حالیہ مذاکراتی ادوار پر ایک نظر

امارت اسلامیہ افغانستان

کی طرف سے امیر تحریک طالبان پاکستان
شہید حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کی شہادت پر تعزیتی بیان

''نہایت المناک خبر ملی ہے کہ جمعہ کے روز 2013-11-01 شمالی وزیرستان میں تحریک طالبان پاکستان کے قائد غیور اور دلیر مجاہد ملا حکیم اللہ مسعود امریکی بزدلانہ حملے میں شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون'' ''امارت اسلامیہ افغانستان ملا حکیم اللہ مسعود کے شہادت کو عظیم نقصان تصور کرتی ہے اور اسی وجہ سے موصوف شہید کے خاندان ،رشتہ داروں اور تمام ہم سفر ساتھیوں کو دل کی گہرائیوں سے تعزیت پیش کرتی ہے۔شہادت مسلمانوں کیلئے سب سے عظیم مقصد اور بڑی آرزو ہے، مجاہدین کو شہید کرنے سے امریکی اپنے مذموم مقاصد کی حصول تک پہنچ نہیں سکتے ،ایک عشرہ سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے کہ امریکی وحشی افواج نے ہمارے ملک اور قبائلی سرحدی علاقوں میں وسیع پیمانے پر خواتین ،بچوں ،بوڑھوں اور عام شہریوں کا قتل عام شروع کیا ہے۔اغیار کے متعدد ایجنٹ تماشہ کر رہے ہیں اور اس کے بارے میں کسی قسم کا عملی اور حقیقی ردعمل ظاہر نہیں کرتے۔ امریکی استعمار کے اس نوعیت کی جارحیت اور وحشی حملوں کی سدباب ہر وقت سے زیادہ کوشش کریں ،تا کہ پاکستان اور افغانستان کے مظلوم عوام جو اس طرح کی وحشتوں سے روبرو ہے ،امریکی شر سے بچ کر خود ہی اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرسکیں۔''

تحریک طالبان پاکستان کا علمی، عسکری اور سیاسی ترجمان

احیائے خلافت

جون ۲۰۱۴ء، شعبان ۱۴۳۵ھ

نبی الملاحم ﷺ نے فرمایا:
"مجھے قیامت تک کے لئے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جانے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور جس نے بھی میرے امر کی مخالفت کی، اس کیلئے ذلت اور پستی رکھ دی گئی ہے اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے"
(مسند امام احمد، طبرانی)

زیر نگرانی

عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ

عمومی مسئول تحریک طالبان پاکستان حلقہ مہمند ایجنسی

مدیر اعلیٰ

مولانا صالح قسام حفظہ اللہ

ہمارا برقی پتہ ہے:
ihyaekhilafat@gmail.com

احیائے کو انٹرنیٹ پر پڑھئے:
ihyaekhilafat.blogspot.com
www.ihyaekhilafat.com

زیر انتظام

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تحریک طالبان پاکستان

القرآن والسنہ

قال اللہ تعالیٰ" تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"

ترجمہ: اور یہ اللہ کے حدود ہیں سو اس سے آگے مت بڑھو اور جو اس کے حدود سے تجاوز کرینگے تو وہی لوگ ظالم ہونگے۔ (البقرہ)

تشریح: مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کریں، دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ان حدود کے قریب ہی نہ جائیں۔

حد لغت میں روکنے اور منع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، دار و غا جیل اور دربانچی کو بھی حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو اندر جانے سے روکتے ہیں، لیکن اصطلاح میں جب حدود اللہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے وہ گناہ مراد ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا مقرر ہے، فقہاء کرام نے حد کی تعریف یوں کی ہے "عقوبۃ مقدرۃ للہ تعالیٰ" یعنی وہ سزا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو۔ ان سزاؤں میں کسی کو تغییر اور تبدیلی کا حق نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوتی ہیں۔ جو حدود متفق علیہ وہ چار ہیں (۱) حد الزنا (۲) حد السرقہ (۳) حد شرب الخمر (۴) حد قذف

حدود کیساتھ ایک لفظ قصاص بھی استعمال ہوتا ہے، اور اکثر موقعوں پر یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کیساتھ ملا کر بولے جاتے ہیں حدود و قصاص۔ قصاص اور حدود میں فرق یہ ہے کہ یہ سزا (قصاص) بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے لیکن اس میں بندوں کے حقوق کی رعایت رکھی گئی ہے، اور اگر کسی پر قصاص ثابت ہو جائے تو اولیاء مقتول کو تب بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ قاتل کو معاف کرے یہ حکم قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فمن عفی له من اخيه شيء فاتباع بالمعروف واداء اليه باحسان" یعنی جس کو اس کے بھائی (وارثِ مقتول) کی جانب سے کچھ معافی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اسکی اچھے طریقے سے پیروی کریں اور ایک عمدہ طریقے سے ادائیگی کریں۔ اس آیت کریمہ میں یہ بات ارشاد ہے کہ اگر کوئی قاتل کو کچھ معاف کرے یعنی مطالبہ قتل سے دستبردار ہو جائے اور دیت کا مطالبہ کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہے اور اسکی اجازت ہے۔ لیکن جو چہار حدود شرعیہ ہیں ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہ اگر ثابت ہو جائے تو پھر کسی کو بھی اس کی معافی کا اختیار حاصل نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے بارے میں آپ ﷺ سے سفارش کی تو آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی کہ کمزور لوگوں پر تو حد جاری کرتے لیکن طاقتور لوگوں کو چھوڑتے، اس ذات کی قسم جس کی قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ (رضی اللہ عنھا) یہ کام کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹتا۔

البتہ جب تک حدود ثابت نہ ہوں تو اسوقت تک حد جاری کرنا لازم نہیں ہوتا۔ اور اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ اس شخص سے حد ساقط ہو جائے جس نے وہ عمل کیا ہو جس کی وجہ سے حد لازم ہوتی ہو۔ یعنی اگر کوئی اس ملزم کو امام کے پاس لیجانا چاہے اور آپ اس کی سفارش کرے تو اسلام میں اس کی اجازت ہے۔ اس بارے میں مختلف روایات مروی ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ زبیر رضی اللہ کیساتھ ایک چور کا سامنا ہوا، آپ نے اس کی سفارش کی، تو کسی نے کہاں کہ اسے امام تک پہنچنے تو دو، زبیرؓ نے فرمایا جب یہ امام تک پہنچے تو اس وقت سفارش کرنے والا اور جس کے لئے سفارش کی جاتی ہو دونوں پر لعنت ہو۔ فتح الباری میں امام ابن حجرؒ نے یہاں کئی احادیث نقل کی ہے اور پھر فرمایا ہے "ويدخل فيه سائر الاحاديث الواردة فى ندب الستر على المسلم وهى محمولة على مالم يبلغ الامام" (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۸۸ بترقیم الشاملہ) یعنی وہ تمام احادیث جو مسلمان کی ستر چھپانے کے بارے میں وارد ہیں، وہ اسی مضمون میں داخل ہے اور اسے اس صورت پر محمول کیا جائے گا جبتک کہ امام تک وہ مسئلہ نہ پہنچا ہو۔

کنزا قائق کی شرح بحر الرائق میں ایک جزیہ نقل ہے کہ اگر کسی نے گناہ کیا اور پھر اللہ سے توبہ تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کیا تو وہ قاضی کو یہ بتلانے پر مکلّف نہیں کہ اسے اپنی گناہ کے بارے میں بتائے، تاکہ قاضی اس پر حد جاری کریں؛ کیونکہ گناہوں کو چھپانا مستحب ہے۔

حدود اللہ کی اہمیت

اسلام میں حدود اللہ کا نفاذ ایک اہم مسئلہ ہے، علماء کرام نے مسلمانوں کے خلیفہ اور امام کی جو ذمہ داریاں ذکر کی ہیں ان میں یہ بہت اہم ہے کہ امام حدود اللہ قائم کریگا۔ رسول اللہ ﷺ نے حد ثابت ہونے کے بعد اپنے پیارے صحابی جس کیساتھ آپ کی محبت مشہور تھی، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سفارش پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لازم حد کو روکنا تھا۔ حالانکہ اس صحابی کو حُب رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا لیکن اس کی سفارش بھی کارگر نہ ہوسکی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی احکام کا عظیم مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا انسانی معاشرہ تشکیل دے جس کی بنیاد ایک دوسرے کیساتھ احترام اور وقار کے تعلق پر مبنی ہو۔ بنابریں اسلام نے انسانی عزت کو بچانے کی خاطر حد قذف کو لازم کیا، تاکہ کوئی کسی کی ہتک عزت نہ کرسکے، اور کوئی کسی پر بیجا تہمت نہ باندھے، اور معاشرے میں ہر کوئی دوسرے کیساتھ احترام کیساتھ سلوک کریں۔

اور چونکہ دنیا ایک دارالاسباب ہے، جس میں اموال کی ضرورت پیش آتی ہے اور اسی پر پوری انسانی معاشرہ معاملات سرانجام دیتا ہے، اس لئے اموال کی حفاظت بھی ایک اہم جز ہے لہٰذا اس مقصد کی خاطر حد سرقہ (ہاتھ کاٹنے کی سزا) اسلام نے نازل فرمائی ہے۔ تاکہ لوگوں کے اموال محفوظ ہوں، اور معاشرے میں تنازعات اور جھگڑوں لڑائیوں کا سدباب ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر ہونے والے انعامات میں ایک اہم انعام عقل ہے، جس کی حفاظت از حد ضروری ہے کیونکہ بے عقل اور مدہوش شخص اللہ کی بندگی سے بے خبر ہوتا ہے، لہٰذا عقل کی حفاظت کی خاطر اسلام نے حد شرب الخمر کو لازم کیا، یعنی شرابی کو اسی کوڑوں کی سزا مقرر ہوئی۔ تاکہ انسانی عقل جو کہ اللہ کی طرف سے امانت ہے محفوظ رہے اور انسان میں سوچ و بچار اور اللہ کی طرف میلان کا جذبہ تسلسل کیساتھ قائم رہے۔

اور چونکہ دنیا ایک دارالاسباب ہے، جس میں اموال کی ضرورت پیش آتی ہے اور اسی پر پوری انسانی معاشرہ معاملات سرانجام دیتا ہے، اس لئے اموال کی حفاظت بھی ایک اہم جز ہے لہٰذا اس مقصد کی خاطر حد سرقہ (ہاتھ کاٹنے کی سزا) اسلام نے نازل فرمائی ہے۔ تاکہ لوگوں کے اموال محفوظ ہوں، اور معاشرے میں تنازعات اور جھگڑوں لڑائیوں کا سدباب ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر ہونے والے انعامات میں ایک اہم انعام عقل ہے، جس کی حفاظت از حد ضروری ہے کیونکہ بے عقل اور مدہوش شخص اللہ کی بندگی سے بے خبر ہوتا ہے، لہٰذا عقل کی حفاظت کی خاطر اسلام نے حد شرب الخمر کو لازم کیا، یعنی شرابی کو اسی کوڑوں کی سزا مقرر ہوئی۔ تاکہ انسانی عقل جو کہ اللہ کی طرف سے امانت ہے محفوظ رہے اور انسان میں سوچ و بچار اور اللہ کی طرف میلان کا جذبہ تسلسل کیساتھ قائم رہے۔

اسی طرح نسب کی حفاظت کی خاطر حد زنا مشروع ہوئی ہے تاکہ ایک صاف ستھرہ معاشرہ تشکیل پاسکے جو آج کے مغربی معاشرے کی طرح نہ ہو جہاں آجکل اکثریت اُن لوگوں کی ہے جن کے یا تو والدین دونوں نامعلوم ہیں یا ان کی ماں ہوتی ہے لیکن ان کے والد کا پتہ نہیں چلتا۔ چند سال پہلے ایک مغربی ملک ڈنمارک میں ایک سروے کے دوران یہ بات سامنے آئی تھی کہ وہاں کی ۵۴ فیصد آبادی ایسی ہے جو ولد الزنا ہے۔ اس فیصدی میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جن کی ماں نے کسی کے ساتھ اپنی رضا سے بدکاری کی ہو بلکہ یہ ان لوگوں کی تعداد ہے جو بالکل اپنے والدین سے ناآشنا ہوتے۔ اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے، ضروری ہے کہ انسان اور حیوان میں تمیز ہو، جانوروں میں ماں، بہن اور والدین کی تمیز نہیں ہوتی لیکن انسانوں کیلئے ضروری ہے کہ اُسے اپنے نسب کا پتہ ہو تاکہ جانوروں سے وہ ممتاز ہوسکے۔ ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں آج کل زنا بالجبر (Gang Rape) نے ایک ہنگامہ کھڑا کردیا ہے، کیونکہ وہ اسلام کے ابدی ہدایات سے محروم ہے، نہ تو مجرم کے لئے کوئی سزا ہے، نہ زنا قانوناً کوئی جرم، جب ایک دفعہ یہ دروازہ کھل گیا تو پھر اسے قابو کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اسلام نے اس گھناونے عمل کیساتھ اس کے مقدمات بدنظری، اختلاط مرد و زن اور تمام ان امور کو حرام قرار دیا ہے جو اس عمل کے لئے محرک بن سکتے ہوں۔

حد سرقہ:

اگر کوئی انسان کسی محفوظ مقام سے چوری کرے اور وہ پکڑا جائے اور یہ بات امام المسلمین تک پہنچے تو انسان کا دایاں ہاتھ کاٹا جائیگا۔ یہ حکم سورۃ مائدہ کی آیت ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ'' ترجمہ: اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ اُن کے فعلوں کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اس آیت میں یہ بات واضح طور پر ارشاد کی گئی ہے کہ مرد اور عورت میں سے جو بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اسی طرح بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی مستند کتابوں میں یہ بات مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں حد سرقہ جاری فرمایا تھا۔ حد سرقہ کے جزئیات فقہی کتابوں میں بسط و تفصیل کیساتھ بیان ہوئے ہیں۔

حد قذف:

حد قذف یہ ہے کہ انسان کسی پاکدامن مرد یا عورت پر صراحۃً زنا کی تہمت لگائے اور پھر اسے چہار گواہوں سے ثابت نہ کرسکے، ایسے شخص کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائینگے۔ یہ حکم قرآن کریم کی آیت ﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ میں مذکور ہے، اس کا ترجمہ ہے ''اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو اُن کو اسی دُرے مارو اور کبھی اُن کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں'' اس آیت میں صراحۃً یہ بات مذکور ہے کہ تہمت لگانے والے کو اسی دُرے یا کوڑے مارے جائینگے۔ آیت میں صرف خواتین پر تہمت لگانے والے کا ذکر ہے لیکن اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو مردوں پر تہمت لگائے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

حد شرب الخمر:

شراب نوشی اسلام میں ایک حرام فعل ہے اور اسکی سزا اسی کوڑے ہے۔ اس بارے میں احادیث کی معتبر کتابوں ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور ابن ماجہ وغیرہ میں روایات مروی ہیں۔ امام ترمذیؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ان من شرب الخمر فاجلدوہ،'' (المجلد الثالث صفحة ۱۰۱ بترقيم الشاملة) ترجمہ: بیشک جو شراب پئے تو اسے کوڑے مارو۔

اس مسئلے کے تمام جزئیات فقہی کتابوں میں تفصیلاً بیان ہیں، جن کی یہاں تعرض کی گنجائش نہیں۔

حد زنا:

حدزنا کی تفصیل یہ ہے کہ کنوارے مرد اور کنواری عورت کو سو سو درے مارے جائینگے ، البتہ جو آزاد نہ ہو انکی سزا آدھی ہے یعنی غلام اور باندھی کو پچاس پچاس کوڑے مارے جائینگے ۔اور اگر زانی یا مزنیہ شادی شدہ ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے رجم کیا جائیگا ۔رجم یہ ہے کہ اسے پتھروں سے مارا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے ۔مذکورہ سزا امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے، دیگر ائمہ کے ہاں یہ ہے کہ سو کوڑوں کیساتھ ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جائے ۔یہ ایک فقہی اختلاف ہے جس میں ہر فریق نے اپنے مذہب کے لئے دلائل بیان کئے ہیں۔

ان تمام سزاؤں کے بارے میں واضح احکامات قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں وارد ہیں ۔سو دروں کی سزا کے بارے میں سورۃ نور کی آیت ''الزانیہ والزانی ۔۔۔۔'' میں صریح حکم موجود ہے ۔اور جہاں تک رجم کا تعلق ہے تو اس بارے میں قرآن کریم کی کوئی آیت تو نہیں پائی جاتی ، البتہ کئی سارے صحیح احادیث موجود ہیں جن سے رجم کا ثبوت ہوتا ہے ۔مثلاً صحیح مسلم اور بخاری وغیرہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خطبہ منقول ہے ،جس کے راوی ترجمان قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہے ،اس کے الفاظ ہیں" ۔۔۔فکان مما انزل علیه آیة الرجم قرأنا ها و وعینا ها فرجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده فاخشٰی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل مانجد الرجم فی کتاب الله فیضلو بترك فريضة انزلها الله ۔۔۔" ترجمہ: آپ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا تھا اس میں آیت الرجم بھی تھی ، ہم نے وہ آیت پڑھی ، اسے یاد کیا اور رسول اللہ ﷺ نے رجم جاری کیا اور ہم نے بھی رجم جاری کیا ان کے بعد ، مجھے یہ خوف ہے کہ اگر زیادہ عرصہ گزرے تو لوگ یہ کہینگے کہ ہمیں تو کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں مل رہا ہے اور وہ لوگ گمراہ ہوجائینگے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرض حکم کے چھوڑنے کی وجہ سے ۔(جلد۳ صفحہ ۱۳۱۷ بترقیم الشاملة)

یہی حدیث شریف مسند امام احمد میں بھی مروی ہے ،اس کے الفاظ ہیں"ولولا ان یقول قائلون زاد عمر فی کتاب الله عزوجل مالیس منه لکتبته فی ناحیة من المصحف "ترجمہ: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہینگے کہ عمر نے کتاب اللہ میں زیادتی کی تو میں اسے قرآن کے حاشیے پر لکھ دیتا''

ان دو احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رجم کے بارے میں ایک آیت نازل ہوئی تھی ،لیکن بعد میں وہ آیت منسوخ التلاوت ہوئی یعنی اس کی تلاوت تو منسوخ ہوئی لیکن حکم ابھی تک باقی ہے ۔اور اس پر یہ دونوں حدیثیں واضح طور پر دلالت کررہی ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث شریف میں جس خدشے کا ذکر فرمایا تھا وہ بالکل درست ثابت ہوا، صحابہ ہی کے دور میں کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوئے جنہوں نے حکم رجم کا انکار کیا ۔بخاری شریف کے شارح علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ خوارج رجم کے قائل نہیں تھے ۔یہ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کے خوارج تھے لیکن ہمارے دور میں بھی ایسے خوارج کی کمی نہیں جو اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح اس حکم کا خاتمہ کریں ، کچھ عرصہ پہلے روزنامہ جنگ کے ایک کالم نگار یاسر پیرزادہ نے کچھ ایسی ہی کوشش کی تھی کہ یہ ثابت کرسکے کہ رجم کا حکم اسلام میں نہیں ہے ۔یہ لوگ کبھی یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ حکم قرآن میں ذکر نہیں ، کبھی کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور یہ بعد کی ایجاد ہے ۔حالانکہ پہلے گزرا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے حد رجم جاری کیا ہے ۔لیکن اس دور کے نام نہاد دانشور یہ سعی کررہے ہیں کہ اسلام کے ان احکام کو ایک ایک کرکے ختم کردیں جو ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی صحیح سمجھ عطا فرمائے ۔

ہم نے شروع میں کہا تھا کہ یہ چہار حدود متفق علیہ ہیں ، احناف میں سے بعض فقہاء کرام نے پانچ حدود ذکر کی ہیں انہوں نے حد سکر اور حد شرب الخمر کو جدا ذکر کیا ہے ۔لیکن ان دونوں کا مال ایک ہی بنتا ہے لہٰذا حد سکر حد شرب الخمر میں ہی داخل ہے ۔بعض علماء نے حد حرابہ ذکر فرمایا ہے اور اسے بھی حد تسلیم کیا ہے ۔یعنی قطاع الطریق کو جو سزا دی جاتی ہے اسے بھی ان علماء کرام نے حدود اللہ میں شمار کیا ہے ۔

مغرب سے خوف زدہ کچھ مادر زاد اسکالرز یہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ مغرب کے سامنے اسلام کی ایسی تصویر پیش کرسکے جو ان کی ناقص عقل اور خواہش پر پورا اُتریں ، ابتداءً تو یہ لوگ کفار کو مسلمان بنانے کی فکر میں ہوتے ہیں ، لیکن انہیں مسلمان کرنے کے بجائے خود اسلام میں کانٹ شانٹ شروع کردیتے ہیں ، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسلام میں بیان کردہ سزاؤں کا تذکرہ ہی نہ ہوتا کہ لوگ اسلام کے قریب آسکے اور یہ لوگ فتح کے جھنڈے گاڑ دے لیکن یہ نہیں جانتے کہ ان کے ہمنوا بن کر انہوں نے نادانستہ طور پر اپنی شکست کا اعتراف کیا ۔اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے

اداریہ

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

یکم نومبر ۲۰۱۳ء کی شام تحریک طالبان پاکستان کے مرکزی امیر محترم اور رسالہ احیائے خلافت کے سرپرستِ اعلیٰ حکیم اللہ محسود (تقبل اللہ شہادتہ) دین اسلام کے عظیم مرتبے شہادت کے حصول میں کامیاب ہوگئے۔ ۲۰۰۹ء میں بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کے ایک ڈرون حملے میں شہید ہونے کے بعد تحریک طالبان پاکستان کی قیادت کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ آپ کی امارت میں تحریک طالبان پاکستان نے لازوال عسکری اور سیاسی کامیابیاں حاصل کی۔

شہید امیر بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد تحریک طالبان پاکستان کے خلاف پورے ملک میں اور خصوصاً خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں میں اس وقت کی پیپلز پارٹی اور عوامی نیشنل پارٹی کی اتحادی حکومت نے امریکی ایماء پر آپریشن شروع کئے تھے، عالمی کفر کے اتحادی یہ سوچ کر نکلے تھے کہ کسی طریقے سے تحریک طالبان پاکستان کی بیخ کنی کی جائے اور پاکستانی سرزمین ہمیشہ کے لئے اسلام پسندوں کے لئے ایک ممنوعہ علاقہ بن سکے۔ لیکن امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کی کامیاب پالیسیوں کے نتیجے میں تحریک طالبان پاکستان تاہنوز نہ صرف قائم ودائم ہے بلکہ اسلام والوں پر پاکستان کی دوازے ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے خواب دیکھنے والوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ کراچی سے لیکر خیبر تک اور چترال سے لیکر کوئٹہ تک پاکستانی فوج اور خفیہ اداروں پر ایسے زبردست حملے کئے جن کی پاکستانی تاریخ میں مثال مشکل سے ملتی ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے لئے سب سے پہلے مسئلہ یہ تھا کہ اپنے قائد محترم بیت اللہ محسود شہید رحمہ اللہ کا انتقام براہ راست امریکی حکومت اور اسکی خفیہ اداروں سے لیا جائے، اس مقصد کے لئے آپ نے خوست میں واقع امریکی خفیہ ادارے کے مرکز۔۔۔۔۔ کو نشانہ بنانے کا عزم کیا۔ یہ کاروائی ایک عظیم عرب مجاہد ابو دجانہ الخراسانی رحمہ اللہ نے سرانجام دیا اور امریکی سی آئی اے (C-I-A) کے نو بڑے بڑے آفیسرز کو جہنم واصل کیا، یہ امریکی خفیہ اداروں پر ہونے والی تاریخی حملوں میں ایک تھا۔ میڈیا رپورٹوں کے مطابق ۱۹۸۳ء میں ویتنام میں سی آئی اے پر ہونے والی کاروائی کے بعد یہ سب سے بڑی کاروائی تھی۔

امریکی حکومت اور امیر محترم کے درمیان اس روز سے انتقام اور عداوت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔ امریکیوں نے کوشش شروع کی کہ کس طرح انہیں شہید کرے جبکہ امیر محترم نے براہ راست امریکہ اور اسکے حواریوں پر پاکستان میں زمین تنگ کرنا شروع کیا۔ ۲۰۱۱ء میں جب امریکہ نے پاکستانی فوج کے تعاون سے اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کو شہید کیا تو اس پر امیر محترم کو سخت صدمہ پہنچا اور ہر وقت یہ فکر سوار رہنے لگی کہ شیخ کی شہادت کا ایسا انتقام لینا چاہئے جو رہتی دنیا کے لئے سامان عبرت ہو۔ اس مقصد کی خاطر فدائی مجاہدین کا ایک دستہ تشکیل دیدیا اور پھر دنیا والوں نے دیکھا کہ کراچی میں واقع پاکستانی بحری افواج کے مرکز مہران بیس پر استشہادی عملیات کئے جس نے پوری پاکستانی عسکری اداروں کو ہلا کر رکھ دیا۔

اسی طرح ضلع چارسدہ میں ایف سی کے اہلکاروں پر ۲ فدائی حملے کئے جن میں ۱۰۰ کے قریب پاکستانی سیکورٹی اداروں کے اہلکار ہلاک ہوگئے۔ اس کاروائی نے پوری پاکستانی فوج اور استخباراتی اداروں کو ہلا کر رکھ دیا، پاکستانی فوج نے اپنے قیام سے لیکر اب تک ایسی کھاری ضرب نہیں دیکھی تھی۔

امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ نے اپنے دور میں پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے جو عظیم خدمات پیش کی وہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گی، پاکستانی سیاست، عسکری اداروں اور عوامی سطح پر آپ نے اپنی دعوت اور جدوجہد کے انمٹ اثرات چھوڑے ہیں، پاکستانی عسکری اداروں کے لئے ایک ہیبت اور خوف کی علامت بننے والے اس شخص کا خوف ہمیشہ ان پر سوار رہا، وہ اس حقیقت کو جان چکے تھے کہ جب تک آپ کی شخصیت باقی رہے گی ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم آرام کی نیند سو سکے؛ لہٰذا غدر وخیانت کے ان علمبرداروں نے اپنے آقاؤں کی خوب منت سماجت کی اور امیر محترم کے بارے میں اپنی تمام توجہ مرکوز کی، تاکہ کسی طرح اس شیر نر کو راستے سے ہٹا سکیں۔ اللہ نے چہار سال تک امیر محترم کو ان کے ہر شر سے محفوظ رکھا اور آخر کار وہ پل بجھ گیا جو ایک محبوب کو دوسرے محبوب سے ملاتا ہے، نتیجۂ دشمن کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں امیر محترم ایک امریکی ڈرون حملے میں نماز مغرب کی ادائیگی کے چند منٹ بعد جام شہادت نوش فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انسان پیدا ہی اس لئے ہوا ہے کہ وہ اس دنیا سے ایک دن رخصت ہوگا لیکن غیرت وحمیت کی زندگی گزار کر دشمن کے ہاتھوں شہادت کے اعلیٰ مقام سے سرفراز ہونے کا شرف کم ہی لوگوں کے قسمت میں ہوتا ہے، آج آپ کی بہادری اور شجاعت کے قصوں سے ہر ذی شعور انسان رطب اللسان ہے، ہر کوئی آپ کے اعلیٰ صفات، آپ کی قیادت جوانی اور بہادری کے اوصاف بیان کر رہا ہے۔ جو لوگ امیر محترمؒ کیساتھ ایک ملاقات بھی کر چکے تھے وہ آج ان کی شیریں کلامی اور محبت بھری نظریں یاد کر کے اپنا غم ہلکا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہر دل آپ کی جدائی پر مضطرب یہ کہہ رہا ہے

فان العیش بعدك طعمه مر (آپ کے بعد زندگی کا مزا کڑوا سا لگتا ہے)

حالیہ مذاکراتی ادوار پر ایک نظر

امیر محترم خالد خراسانی حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک طالبان پاکستان جب سے وجود میں آئی ہے، اس وقت سے لیکر تا امروز حکومت اور طالبان کے مابین مختلف موقعوں پر مذاکرات کی کوششیں ہوئی، کئی دفعہ مذاکرات کامیاب ہوئے اور کئی دفعہ کامیابی کے قریب پہنچ کر ناکامی سے دوچار ہوئیں۔ زرداری کیانی حکومت کے آخری دنوں میں بھی قابض اقتدار کچھ سیاسی جماعتوں نے یہ کوشش کی کہ مذاکرات ایک مرتبہ پھر زندہ ہوکر سامنے آئے۔ سب سے پہلے اے این پی نے ایک اے پی سی بلائی تاکہ مذاکرات پر غور کرسکیں، لیکن وہ کل جماعتی کانفرنس ناکامی سے دوچار ہوئی کیونکہ اس میں کئی سیاسی جماعتوں نے حصہ نہیں لیا تھا، اس کے بعد ایک اے پی سی جمعیت علماء اسلام نے بلائی اور اس بات پر اتفاق ہوا کہ حکومت اور طالبان کے مابین ایک مرتبہ پھر مذاکرات کا آغاز ہونا چاہئے۔

تحریک طالبان پاکستان نے ان کانفرنسوں اور اس کے علاوہ عمومی طور پر ایک اصولی اور عمومی موقف اپنایا ہے کہ حکومت وقت چاہے جو بھی ہو، وہ ایک سنجیدہ اور مثبت انداز میں ہمیں مذاکرات کی میز پر بلائے تو ہماری طرف سے بھی اسے مثبت جواب ملے گا، کیونکہ ہم جنگ برائے جنگ کے قائل نہیں، بلکہ ہمارے جو مطالبات ہیں وہ اگر سنجیدگی سے لیا جائے تو یہ قطعی ممکن ہے کہ فریقین ایک مثبت اور پر امن حل تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائیں۔

لیکن خلاصہ یہ ہے کہ وہ مذاکرات اپنے آغاز ہی میں لڑکھڑائے اور آگے پیش قدمی نہ کرسکے جس پر تذکرہ کرنا ہمارا موضوع بحث نہیں، جب امسال نواز حکومت منتخب ہوئی تو عوام چونکہ اسے دیگر جماعتوں کی طرح اسلام مخالف تصور نہیں کرتی اور الیکشن سے پہلے ان کے بیانات سے بھی یہ واضح ہورہا تھا کہ وہ امریکی جنگ سے نکلنا چاہتے ہیں اگر انہیں موقع ملے، اس وجہ سے عوامی سطح پر اس جماعت سے یہ مطالبہ زور پکڑتا گیا کہ کسی طریقے سے ملک جس اسلام مخالف جنگ میں پھنس چکا ہے، اسے نکالئے اور ایک پُرامن حل کی طرف بڑھئے۔

ان وجوہات کی بناء پر نواز حکومت نے اے پی سی بلائی اور تمام جماعتوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ایک پر امن حل تک پہنچنے کے لئے تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔ اس بارے میں حکومت مختلف طرح کے دعوے مختلف اوقات میں کرتی رہی، کبھی کہتی کہ چہار علماء کرام مذاکرات کررہے ہیں، کبھی کہتی کہ ہماری ایک کمیٹی طالبان کیساتھ مذاکرات میں مصروف ہے، حکومت کی طرف سے یہ یک طرفہ دعوے مسلسل جاری تھیں کہ یکم نومبر کو امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کو نشانہ بنایا اور وہ ایک ڈرون حملے میں جام شہادت نوش کرگئے۔

اس کاروائی نے کئی سوالات کھڑے کردئے، کیونکہ ہمیں اس بات پر مکمل یقین حاصل ہے کہ یہ کاروائی پاکستانی حکومت کے تعاون بلکہ تعاون سے بڑھ کر ان مطالبے پر ہوئی، اور یہ بات وقت گزرنے پر ثابت ہوجائیگی (جیسا کہ بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کے بارے میں پاکستانی سفیر حسین حقانی نے کہا کہ پاکستان نے ان کی شہادت کے لئے امریکہ سے تعاون طلب کیا تھا) اب حکومت پر ہم کس طرح اعتماد کرتے جبکہ اس نے ہمارے ساتھ اس طرح خیانت اور غداری کا معاملہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد مذاکرات میں تعطل آنا ایک منطقی عمل تھا۔

تحریک طالبان پاکستان نے جب نئے امیر کا اعلان کیا اور نئے سرے سے تنظیم نو ہوئی تو ایک مرتبہ پھر مذاکرات کی باتیں شروع ہوئیں، حکومت نے بھی مذاکرات کی طرف میلان دکھائی اور اسکے جواب میں تحریک کی طرف سے بھی مثبت انداز میں جواب دیا گیا۔ کیونکہ تحریک اُسی عمومی پالیسی پر عمل پیرا ہے جو امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ نے شہادت سے چند دن قبل ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ، یعنی اگر دشمن صلح کے لئے امادہ ہوجائے تو تم بھی اس کی طرف آمادہ ہوجانا۔

ہم چونکہ کئی بار مذاکراتی عمل کا پہلے مشاہدہ کرچکے تھے، اس لئے اب کے بار بھی ہم اتنے پُر امید نہ تھے کہ حکومت اب اپنے بات کی پاسداری کرسکے گی۔ ہمارے ان خدشات کو اس وقت اور بھی تقویت ملی جب خفیہ اداروں نے ہمارے ان ساتھیوں کو شہید کرنا شروع کیا جو کئی سالوں سے ان کے قید میں تھے، حکومت اس سے پہلے بھی کئی سارے ساتھیوں کو جعلی پولیس مقابلوں میں اور دیگر بہانوں سے شہید کرتی چلی آرہی ہے لیکن اس دفعہ تو یوں لگ رہا تھا جیسا کہ حکومت کو کسی بات کی جلدی ہے جس کے تحت وہ ہمارے قیدی ساتھیوں کو شہید کررہی ہے۔ اور واقعی ایسا ہی تھا کہ تحریک کے جتنے بھی حلقے اور گروپس ہیں ان تمام کو اگر حکومت سے شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کے بعد کوئی مطالبہ ہوسکتا ہے تو وہ اپنے قیدی بھائیوں کی رہائی ہے۔ اور حکومت بھی اس بات کو سمجھتی ہے کیونکہ کئی دفعہ اس سے پہلے جب قیدیوں کے تبادلے کا مسئلہ آیا تو تحریک طالبان پاکستان کے ہر علاقے کے مجاہدین نے حکومت سے اس بات پر آمادگی ظاہر کی ہے، یہاں تک کہ ایک مجاہد کے بدلے دو فوجی دینے کے لئے بھی ہم تیار ہوئے تھے۔ لہٰذا خفیہ ایجنسیاں اس نتیجہ پر پہنچیں کہ مذاکرات سے قبل ان تمام قیدیوں کو ایک ایک کرکے مارو، تاکہ مذاکرات میں اگر قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ ہو تو وہ ہمارے لئے آسانی سے قابل عمل ہو، کیونکہ جب قیدی ہی نہیں ہونگے تو پھر تحریک کے لئے یہ مطالبہ بھی ایک کار عبث ہوگا۔ لہٰذا یہ سلسلہ شروع کیا گیا اور سب سے پہلے کراچی میں پانچ ساتھیوں کو شہید کیا گیا، اس کے چند دن بعد مہمند ایجنسی کے ہیڈکوارٹر غلنئی میں چہار ساتھیوں کو ایسے ٹیکے لگوائے گئے جس کی وجہ سے ان کی جسم سے خون نکلنا شروع ہوا، اور ایک دو دن زندہ رہنے کے بعد وہ جیل کے سلاخوں کے پیچھے آخری سانسیں لے رہے تھے، جن

کا نہ تو وہاں کوئی والی وارث تھا اور نہ جان کی پیاس بجھانے کے لئے کوئی ایک قطرہ پانی دینے والا۔ ان واقعات نے ہمیں اتنا پریشان کر دیا کہ ہماری پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

مذاکراتی عمل میں اس وقت تیزی آئی جب حکومت نے اپنی طرف سے مذاکرات کے لئے کمیٹی بنائی اور ساتھ ہی تحریک کی طرف سے بھی کمیٹی تشکیل دی گئی، جیسے ہی یہ کمیٹیاں بنی، ہمارے ساتھیوں کی جیل کی سلاخوں کے پیچھے شہادت کا سلسلہ اور بھی تیز ہو گیا۔ ۲۸ جنوری ۲۰۱۴ء کو کراچی میں کفایت نامی ہمارے ایک ساتھی کو شہید کرنے کے بعد اس کی لاش ملیر ندی میں پھینک دی گئی، اس کے ورثاء نے لاش لیکر مہمند ایجنسی کا رخ کیا، لیکن مہمند ایجنسی کے گیٹ دے یکہ غنڈ پہنچ کر ان لوگوں کو سیکورٹی اداروں نے وہاں سے واپس کر دیا اور انہیں یہ اجازت نہ دی کہ وہ اپنے شہید کو مہمند ایجنسی میں دفن کر سکے ۔اس ساتھی کیساتھ مہمند ایجنسی کا ایک دوسرا ساتھی بھی تھا جس کا نام گل رحمٰن تھا۔

اس کے بعد ۶ فروری کو ہمارے دو ساتھیوں نوید اور حمزہ جن کا تعلق خیبر ایجنسی کوکی خیل قوم سے تھا، کو جیل میں شہید کرنے کے بعد ان کی لاشیں یونیورسٹی ٹاون میں پھینک دی گئی۔ اس کے صرف دو دن بعد دو اور ساتھی امداد اور قاری عمر جن کا تعلق بھی خیبر ایجنسی ملک دین خیل قوم سے تھا، انہیں شہید کرنے کے بعد انکی لاشیں ٹاون کے علاقے میں پھینک دی گئی۔

اس کے بعد ۱۴ فروری کو ایک اور ساتھی حمید کو شہید کرنے کے بعد ان کی لاش پشاور میں سڑک کے کنارے پھینک دی گئی، اور اس کے بعد ۱۵ فروری کو سولہ ساتھی شہید کر دیے گئے جن میں چہار ساتھیوں کی شناخت ہو سکی، ان چہار ساتھیوں کا تعلق مہمند ایجنسی کے علاقے دویزئی سے تھا اور ان کے نام غلام حیدر، شہنشاہ، عمر اور عبدالخالق ہیں۔

ہمارے چونکہ سینکڑوں ساتھی جیلوں میں قید ہیں، تو ہمیں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ تمام ساتھی مذاکرات کے اختتام تک جیلوں میں شہید کئے جائیں اور پھر ہم صرف ہاتھ ہی ملتے رہے، لہذا ہم نے یہ پالیسی اختیار کی کہ حکومت کو اس کام سے روکنے کے لئے ان ایف سی اہلکاروں کو قتل کریں جو ہمارے قید میں تھے، کیونکہ صرف یہی ایک ایسا حربہ تھا جس سے ہم اپنے قیدی ساتھیوں کی شہادت کا انتقام لے سکتے تھے اور بقیہ قیدی ساتھیوں کی زندگیوں کا کسی حد تک بچاؤ کر سکتے تھے۔

ہم نے اس عمل سے حکومت کو یہ پیغام بھی دیا کہ اگر آپ تشدد کی راہ اپناؤ گے تو پھر ہماری طرف سے بھی جواب اسی فارمیٹ میں آئے گا۔ اگر کوئی ہمیں حلوے میں زہر کھلانے کی کوشش کرتا ہے تو اسے بھی سمجھنا چاہئے کہ یہ اس کی خام خیالی ہے، مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈھسا جا سکتا۔ ہم حکومت کے ہر اقدام پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور یہ بات واضح بھی کی ہے کہ اگر حکومت اسی روش پر چلتی رہی تو مستقبل میں ہمارا ردعمل اس سے بھی زیادہ سخت ہو سکتا ہے۔

تحریک کی مرکزی قیادت کی جانب سے حکومت کیساتھ ایک مہینے کی جنگ بندی کا اعلان کیا گیا، جس کی ہم نے غیر مشروط طور پر حمایت کی، حالانکہ جس رات جنگ بندی کا اعلان ہو رہا تھا، اسی رات ہمارے ایک ساتھی عبدالرحمٰن کو غلنئی جیل میں شہید کیا گیا۔

ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی قیادت کے ساتھ مکمل رابطے میں ہے اور ان کی طرف سے جو امر ہمیں ملے گا ہم مکمل طور پر اس کی اطاعت کرینگے، کوئی اگر ہم سے یہ توقع لگائے بیٹھا ہے وہ ہماری صفوں میں دراڑ پیدا کریگا تو انشاء اللہ اس کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ اس تمام تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ ہم نے نہ پہلے اپنے قیدی ساتھیوں کو بھلایا ہے اور نہ آئندہ یہ سوچ سکتے ہیں، بلکہ ہم ہر ممکن طریقے سے ان کی حفاظت اور ان کے بچاؤ کی تدابیر اپنائینگے۔ اور مذاکرات کے حوالے سے میں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارا نصب العین اور اس تمام جدوجہد کا خلاصہ شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ہے، جس پر ہم کسی صورت سودے بازی نہیں کر سکتے، ہم اس مطالبے کو ہر مطالبے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ مذاکرات بہرحال ہونے چاہئے، لیکن شریعتِ اسلامیہ پر سودے بازی بھی ہم نہیں کر سکتے۔

آخر میں، میں اپنے مجاہدین بھائیوں کو ایک نصیحت ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے اہداف پر ہمیشہ نظر رکھیں اور ان مذاکرات میں اس حد تک نہ الجھیں کہ ہمیں پھر مذاکرات کو بچانے کی خاطر حکومت کے ہر جائز و ناجائز مطالبے کو ماننا پڑیں، بلکہ بلند ہمتی اور قوی عزم کیساتھ اپنے اہداف کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو مذاکرات میں شرکت کریں لیکن ایسا ہرگز نہ کریں کہ مذاکرات کی کامیابی کے لئے اپنے موقف سے پیچھے ہٹ کر اپنے ہی ہاتھوں اپنی رسوائی کا سامان کریں۔ اسی طرح پاکستان کے سارے مجاہدین ساتھیوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ شریعت کفر کے ذریعے نہیں آیا کرتا اگر ہم کسی یہودی اور امریکی غلام حکومت سے شریعت کا مطالبہ کریں تو یہ ایک افسوسناک حماقت ہوگی، ہمارا مقصد تو واضح ہے اور ہم بانگ دہل نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم دنیا پر اسلام کا غلبہ اور شریعت و خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں، مذاکرات سے ہمارا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم جنگ بندی یا معاہدہ کر کے گھروں میں بیٹھ جائینگے، ہم اپنے مقصد کو حاصل کر کے رہینگے۔ ان شاءاللہ

میں عالم اسلام کے غلبہ کی فکر رکھنے والوں کے ذہن میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ مذاکرات اور امن کا اتنا زیادہ رٹ لگانے سے مجاہدین کئی نقصانات سے دوچار ہو سکتے ہیں، جنگ بندی اور معاہدہ کے ساتھ مجاہدین کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، وہ مظلوم مائیں جو ہمارے انتظار میں ہیں،

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

خوارج کون؟

مولانا عاصم عمر صاحب

عالم اسلام کا حکمران طبقہ دوسو سال سے اس امت کا خون چوس رہا ہے، اپنی سفلی خواہشات کو معبود بنائے بیٹھا ہے، ان خواہشات کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کو ذلت کی زندگی جینے پر مجبور کیا ہے، اپنی اولاد کے پیٹ بھرنے کے لئے عام مسلمان کے منہ سے نوالہ چھین لیا ہے..... اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے اسلامی غیرت کا سودا کیا ہے..... کافروں کے ہاتھوں مسلمانوں کو ذلیل کرایا ہے..... عالمِ اسلام کے وسائل کو کوڑیوں کے دام اپنے انگریز آقاؤں کی جھولی میں ڈال دیا ہے..... اسلامی قوانین کی جگہ ابلیسی نظام رائج کیا اور پھر اس نظام کی حفاظت کے لئے باقاعدہ فوج اور پولیس بنائی ہے۔

آج جبکہ پورے عالم اسلام میں بیداری ہے، کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے نفرت عام مسلمان میں پائی جارہی ہے، الحمدللہ ہر ملک کا عام مسلمان اس حقیقت کو جان چکا ہے کہ صدیوں سے جو ذلت اس امت پر مسلط ہے اس کی اصل وجہ یہی طبقہ ہے جس نے اپنی دنیا بنانے کے لئے محمد ﷺ کی امت کو یتیمی ولاچاری کا اسیر بنایا ہے۔ آج مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس لینا چاہتا ہے..... امریکہ و یورپ کی غلامی سے نکلنے کا خواہش مند ہے..... کفریہ نظام سے باغی ہو کر اس دنیا میں اللہ کے نظام کو نافذ دیکھنا چاہتا ہے..... گناہوں سے اٹے اور ظلم میں دبے اس ماحول میں اس کا سانس گھٹتا ہے..... وہ آرزومند ہے کہ اسلام کی تر و تازہ بہاروں میں جیے..... صرف ایک اللہ کا بن کر رہے..... اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی عزت دیکھے..... اس کے کانوں میں کسی عافیہ صدیقی اور فاطمہ کی چیخیں نہ پڑیں.....!

یہ جذبہ صرف نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں کا ہی نہیں بلکہ گھروں میں موجود محمد ﷺ کی روحانی بیٹیاں اور عائشہ وحفصہ (رضی اللہ عنہما) کی جانشین بھی اب سروں پر کفن باندھے شریعت یا شہادت کا نعرہ لگا چکی ہیں۔

لہٰذا خواہشات کے معبود کو بچانے کے لئے حکمران طبقہ، ان کے عسکری اور مذہبی محافظ سبھی حرکت میں آچکے ہیں۔ قوت سے اس عوام کو کچلنا چاہتے ہیں..... نوجوانوں کی دینی جذبات کو ختم کرنے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ قوت کا استعمال اتنے بڑے پیمانے پر ہے جیسے کسی بڑے دشمن ملک سے جنگ ہو رہی ہو۔ جبکہ مذہبی ہتھیاروں کا استعمال بھی اندھادھند طریقے سے کیا جارہا ہے۔ لمبے چوڑے فتووں کی بوچھاڑ کی جارہی ہے..... واعظوں کے وعظ ہیں..... اہلِ قلم کی تحریروں سے امریکی جراثیمی و کیمیائی مواد کی بدبو آرہی ہے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرنے والے باغی ہیں..... ہندوستان میں بتوں کے نظام سے بغاوت کر کے محمد ﷺ کے نظام کے لئے لڑنے والے دہشت گرد ہیں..... شراب کو حلال (اجازت / پرمٹ) کرنے والوں..... بدکاری کے اڈوں، مساج سینٹروں، نائٹ کلبوں کو جائز (قانونی) قرار دینے والوں سے قتال کرنے والے خوارج ہیں..... اللہ کے قانون کو معطل کر کے، غیر اللہ کے قانون کے مطابق نظام زندگی چلانے والے، اللہ کے نظام کو رد کر دینے والے..... اللہ کے نظام کو قوت کے زور پر اٹھا کر پھینک دینے والے..... اللہ کے حرام کو حلال کر لینے والے طبقے کو جو کافر کہتے ہیں، وہ تکفیری ہیں.....!

یہ ہے وہ جراثیمی و کیمیائی مواد سے لیس ہتھیار جو اس طبقے کی جانب سے آرہے ہیں جو دوسو سال سے اس امت کے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو یرغمال بنائے ہوئے ہے۔ جس نے محمد ﷺ کی روحانی بیٹی کو گلی گلی، سڑک سڑک، دفتر دفتر، اور فیکٹری فیکٹری ذلیل کیا ہے۔ اس کو گھر کی شہزادگی والی زندگی سے نکال کر فٹ پاتھوں، بسوں اور دفتروں میں دھکے کھانے پر مجبور کیا ہے۔ اس طبقے نے محمد ﷺ کی امت کو ان بدترین کافروں کا غلام بنایا ہے، جو اپنے گھروں میں بھی حکمرانی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ انہوں نے کافروں کو اتنی اہمیت دی ہے کہ وہ جب چاہیں ہمارا قرآن جلائیں..... جب چاہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائیں..... یہ طبقہ پھر بھی ان کے کہنے پر کلمہ گو مسلمانوں کے خلاف اپنی فوج استعمال کرتا ہے..... ان کے لئے جان دیتا ہے اور مسلمانوں کی جان لینے کو حلال (آئینی) کہتا ہے۔

انصاف اور دیانت داری سے دیکھا جائے تو عالم اسلام پر مسلط حکمران طبقے میں وہ تمام نشانیاں پائی جاتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے خوارج کے بارے میں بیان فرمائی ہیں۔

خوارج کی نشانیاں:

خوارج کی ایک نشانی یہ تھی کہ انہوں نے شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سنگسار کرنے سے انکار کیا تھا۔ چنانچہ علمائے امت نے ان کو اس انکار کرنے کی بنا پر کافر کہا ہے۔ اس لئے کہ اس رجم پر امت کا اجماع ہے، اور یقینی طور پر رجم ضروریات دین سے ہے۔

اب آپ فیصلہ کیجیے کہ خوارج مجاہدین ہیں جو اللہ کی زمین پر پورا کا پورا دین نافذ کرنا چاہتے ہیں یا وہ جو شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سنگسار کرنے اور دیگر حدود اللہ کو نافذ کرنے سے صاف انکار کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلے دوسرا قانون بنا لینا، ریاستی قوت کے ذریعہ اس پر عمل کرانا، اگر کوئی مسلمان اللہ کی حدود کو نافذ کرے تو اس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے جمہوریت کے تمام ستونوں (پارلیمنٹ، عدلیہ، انتظامیہ اور میڈیا) کا متحد ہو کر ان کو نیست و نابود کرنے میں لگ جانا..... یہ سب اللہ کی نازل کردہ سزاؤں کا انکار نہیں تو پھر انکار کی کیا تعریف ہے؟

خوارج کی ایک اور نشانی ان کا صحابہؓ سے بغض رکھنا، ان کی تکفیر کرنا اور صحابہ کرامؓ اور ان سے محبت کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ انصاف کیجیے! آج کے خوارج

کون ہیں؟ وہ جو صحابہؓ کی محبت میں اپنے جسم کی تکہ بوٹی کرا رہے ہیں یا وہ جو ناموسِ صحابہؓ کا دفاع کرنے والوں کے خلاف ریاستی طاقت استعمال کر رہے ہیں؟ اور ان محفلوں و جلوسوں کو ریاستی تحفظ فراہم کر رہے ہیں جن میں ہمارے پیارے صحابہؓ کے نام لے لے کر گالیاں دی جاتی ہیں؟

اسی طرح خوارج کی کچھ نشانیاں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ایک حدیث میں بھی بیان کی گئی ہیں جس میں ذکر آتا ہے کہ ایک بار غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ذوالخویصرہ نبی ﷺ کی طرف بڑھا اور کہنے لگا:

اے محمد اللہ کا خوف کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا

،کون اللہ کی اطاعت کرنے والا ہوگا اگر میں ہی اللہ کا نافرمان ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں پر امین بنا کر بھیجیں اور تم مجھے امین نہ سمجھو؟ ایک صحابی نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، غالباً یہ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا

اس کو چھوڑ دو۔ جب وہ واپس پلٹ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی پشت سے (یا فرمایا کہ اس شخص کے بعد) ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے (ان سے قتال نہیں کرینگے)۔ اگر میں نے ان کو پایا تو ان کو قومِ عاد کی طرح قتل کروں گا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے خوارج کی یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

أ۔ خوارج قرآن پڑھیں گے لیکن یہ قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔

آج دیکھئے کہ قرآن کس کے حلق سے نہیں اتر رہا؟ کس کے لیے سورۃ اخلاص تک پڑھنا دشوار ہے؟ مجاہدین کے لئے یا حکمران طبقے کے لئے؟ مجاہدین تو الحمد اللہ نہ صرف قرآن پڑھتے ہیں بلکہ اس قرآن کے احکامات کے نفاذ کے لئے اپنی جانیں، مال اور گھر بار تک قربان کرتے ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں حکمران طبقہ ان پر ٹارچر سیلوں میں بدترین تشدد کرتا ہے، اور ان سے یہی کہتا ہے کہ قرآن کے قانون کو نافذ کرنے کا راستہ چھوڑ کر پر امن شہری یعنی کفریہ نظام پر راضی رہنے والے بن جاؤ۔

ب۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔

اللہ کے نظام کو چھوڑ کر انگریز کے نظام کا محافظ بننا، ساری عمر اللہ کے قرآن کے بجائے اپنے بنائے آئین سے فیصلے کرنا، اللہ کی حدود کا مذاق اڑانا، اللہ کی حدود کو وحشت و درندگی کہنے والوں کو عزت و تکریم دینا اور ان کی حفاظت کرنا، کافروں کا ساتھی بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا..... یہ سب دین سے نکلنا نہیں تو اور کیا ہے؟

ج۔ وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

آپ ہی بتائیے کہ بھارت کو دوست کون بنا رہا ہے؟ کشمیر کا سودا کس نے کیا؟ شہدائے کشمیر سے غداری کس نے کی؟ کون ہے جو کشمیر اور بھارت میں جہاد نہ تو کرتا ہے اور نہ ہی کرنے دیتا؟ جبکہ مجاہدین خراسان تو آج بھی بھارت سے جہاد کر رہے ہیں اور بھارت کے فتح ہونے تک یہ جہاد ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ پھر وہ کون ہے جو بارہ سال سے کلمہ گو مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے؟ مشرقی سرحدوں سے فوج ہٹا کر مغربی سرحدی پٹی پر مسلمانوں کا قتلِ عام کون کر رہا ہے؟ کس نے کفار کو اسلامی ملک پر حملہ آور ہونے میں مکمل تعاون فراہم کیا؟ کس کے اڈوں سے جہاز اڑ کر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجاتے رہے؟ کس نے مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بنا کر ڈالروں کے عوض امریکہ کو بیچا؟ کس نے قبائلی پٹی کے مساجد و مدارس کو مسمار کیا، بازاروں اور عام آبادیوں پر آہن و بارود کی بارش برسائی؟..... یقیناً فیصلہ کچھ زیادہ مشکل نہیں ہونا چاہئے کہ خوارج کون ہیں؟

سلف صالحین نے تو مانعینِ زکواۃ (جنہوں نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد زکواۃ دینے سے انکار کر دیا تھا) کو کافر کہا، حالانکہ وہ دین کے باقی تمام احکامات کو تسلیم کرتے تھے، تو پھر ان لوگوں کا کیا حکم ہوگا جو صلوٰۃ اور زکواۃ سمیت بیشتر احکامِ اسلام معطل کیے بیٹھے ہوں، اللہ کی حدود کے نفاذ سے انکاری ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ جا ملے ہوں، ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوں، اس جماعت کو ختم کرنے کا عزم رکھتے ہوں جو اس وقت تمام عالمِ اسلام میں کافر قوتوں اور شیطانی لشکر کے مقابلے تنہا ڈٹی ہوئی ہے اور پورے عالم اسلام کے لیے واحد امید کی کرن ہے اگر یہ جماعت شکست کھا گئی اور امریکہ غالب آ گیا تو پھر باقی عالمِ اسلام کی طرف بڑھنے سے اس شیطانی لشکر کو کون روکے گا؟ کون سی دیوار یہودیوں کے وسیع تر اسرائیل کے ناپاک عزائم کے راستے میں حائل ہوگی؟

کس نے مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بنا کر ڈالروں کے عوض امریکہ کو بیچا؟ کس نے قبائلی پٹی کے مساجد و مدارس کو مسمار کیا، بازاروں اور عام آبادیوں پر آہن و بارود کی بارش برسائی؟.... یقیناً فیصلہ کچھ زیادہ مشکل نہیں ہونا چاہئے کہ خوارج کون ہیں؟

اللہ کے جھنڈے کو بلند کرنے والی جماعت کو ختم کرنے کے لئے اٹھنے والی یہ قوتیں بالواسطہ یا بلا واسطہ شیطانی لشکر کو تقویت پہنچا رہی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی رو سے ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور قتال کرتی رہے گی۔ مسلم شریف کی روایت ہے:

"لن یبرح هذا الدینُ قائماً یقاتل علیه عصابةٌ من المسلمینَ حتّٰی تقومَ الساعة"

''یہ دین ضرور قائم رہے گا اور اس کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک قتال کرتی رہے گی''۔

یہ مجاہدین انشاء اللہ اس حدیث کا مصداق ہیں اور اللہ کا وہ مبارک لشکر ہیں جس نے کھلم کھلا شیطانی لشکر کو للکار کر اس خدائی کے خمار کو کافور کیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ کل یہی لشکر امام مہدی کی حمایت کے لئے بھی جائے۔

دیانت داری سے فیصلہ کیجئے! خوارج کون ہیں؟ وہ مجاہدین جو دشمنانِ اسلام سے لڑتے ہیں اور امتِ مسلمہ کے دفاع میں اپنی جانوں کی بازیاں لگا دیتے ہیں یا وہ جو دشمنانِ اسلام کے ساتھ مل کر اہل ایمان کا خون اپنے لیے حلال کر لیتے ہیں؟ سرزمین شام کو دیکھئے! وہاں مسلسل شیعوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہایا جاتا رہا، مسلمانوں کی بستیاں اس طرح مٹا دی گئیں کہ ان کو دفنانے والا ابھی کوئی نہ بچا، لیکن اس حکمران طبقے

اور نام نہاد مسلم افواج نے ان کی مدد کے لئے کیا کیا؟ الحمد اللہ یہ مجاہدین ہی ہیں جو وزیرستان سمیت سارے عالم سے اٹد اٹد کر شام پہنچے.....صرف اس امت کی خاطر .....صرف محمد ﷺ کی امت کی بہنوں بیٹیوں کی عزت بچانے کی خاطر.....اہل سنت والجماعت کی جانیں بچانے کی خاطر.....لیکن افسوس کہ پھر بھی یہی خوارج ٹھہرے!

یہ کیسی حق گوئی ہے کہ امریکہ و بھارت سے دوستی و محبت اوران کی مدد کرنے والے امن پسند نیک صالح مسلمان کہلائیں، جبکہ امتِ مسلمہ کو عالمی استبداد کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے عالمی کفر کے خلاف لڑنے والے خوارج ٹھہریں؟

ہمیں ان درباریوں سے کوئی شکوہ نہیں جنہوں نے علم کا بوجھ اٹھایا ہی اس دن کے لئے تھا کہ ان کا علم ودنیاوی عہدوں کے حصول کا ذریعہ بنے، ہمیں ان جبہ ودستار والوں سے بھی کوئی شکایت نہیں جو ایف بی آئی اور سی آئی اے کے دعوتی فنڈ سے کتابوں کی شکل میں ضخیم فتاویٰ شائع کرتے ہیں، بلکہ انہی کی گود میں بیٹھ کر اپنی کتاب تقریبِ رونمائی کرتے ہیں.....نہ ہم ان کے ضخیم فتاویٰ سے پریشان ہوتے ہیں، نہ اس کی فکر کرتے ہیں، کیونکہ ان کی اور ہماری تو تاریخ کشمکش ہے۔ جب بھی اہل حق نے حق کی آواز کو بلند کیا، سرکاری علم کے حاملین بھی اسی طرح نمودار ہوئے جیسے برسات میں جگہ جگہ کھمبیا اُگ آیا کرتی ہیں۔

نیز جنگوں میں دشمن کی صفوں سے پھول نہیں آیا کرتے.....بقول شاعر:

ولقد أمر علی اللئیم یسبنی ‏ ‏ ‏ ‏ فمضیت ثمة قلت لا یعنینی

لیکن گلہ توان سے ہے جن کے بارے میں ہم اس خوش فہمی میں رہے کہ وہ اہل حق کے قافلے کے راہی ہیں۔ جن کے بارے میں ہمارا ہمیشہ یہ گمان رہا کہ ہم اگر آگے آگئے تو پیچھے ہماری پشت کی حفاظت کرنے والی ایک مضبوط دیوار ہے جو ٹوٹ تو سکتی ہے لیکن جھک جانا اس کی تاریخ میں نہیں لکھا.....لیکن افسوس صد افسوس.....

دیکھا پلٹ کے پیچھے جو کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

افسوس کہ آپ کے قلم کے تیر ان جسموں پر برستے ہیں جن کو امریکی ڈرون، جیٹ طیاروں اور توپ وٹینک نے پہلے ہی چھلنی چھلنی کیا ہوا ہے۔ کیا آپ کو جوشِ خطابت کی یلغار کے لئے اتنی بڑی دنیا میں کوئی اور نظر نہیں آیا جس پر بمباری کر کے کفر کے قلعوں کو کمزور کر دیا جاتا.....؟ صرف مجاہدین ہی ملے ہیں کہ جن کے جوڑ جوڑ سے پہلے ہی درد کی ٹیسیں اٹھتی ہیں؟ مجاہدین کے دلوں کو قلم سے کاٹنے سے پہلے ایک بار ان دلوں میں اتر کر تو دیکھ لیتے کہ ان میں اب مزید اپنوں کے زخم سہنے کی جگہ نہیں.....؟ شرفاء تو وہ ہوتے ہیں جو:

زخم دینے میں بھی انصاف کیا کرتے ہیں

اگر اپنے الفاظ کے نشروں پر اتنا ہی ناز تھا تو کچھ وار امت کے ان دشمنوں پر بھی کر دیے ہوتے جنہوں نے اس امت کو زخم ہی زخم دیے ہیں! کیا آپ کو ہمارے علاوہ امریکہ، اسرائیل بھارت کی ہندو قیادت، کفر کے فرنٹ لائن اتحادی نظر نہیں آئے؟ اپنے آج کو بچانے کے لیے اپنا ماضی ہی مسخ کرنے پر آمادہ ہوگئے؟ آپ کی ہر تحریر ہمارے خلاف نہیں بلکہ اپنے ماضی کے خلاف ہے۔ آپ خود گواہ رہیے گا کہ ماضی سے تعلق ہم نے نہیں توڑا بلکہ ہم تو اپنی لاشوں کے پل بنا کر اس امت کے حال کو اس کے ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں.....ماضی سے تعلق تو آپ توڑ رہے ہیں.....اسلاف کے دامن کو چاک آپ کا قلم کر رہا ہے.....!

امریکی گرین کارڈ کو مقصدِ حیات بنانے والوں سے کیا گلہ.....گلہ توان سے ہے جنہوں نے بچوں کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا اور آج خود ہی معذور بن کر بیٹھ گئے! وہ جو کل تک قافلہ کی جان تھے..... ہدی خواں تھے.....جو اپنی جوشیلی ہدی سے قافلوں کے تن من میں آگ لگا دیا کرتے تھے.....آج کیا ہوا کہ خود کسی ہدی خواں کے منتظر ہیں؟ اور وہ جوان قافلوں کے محافظ تھے.....دیکھیے تو کشمیر کے قافلوں کو مشرف اور اس کے ٹولے نے لوٹ لیا.....شہدائے کشمیر کے خون کو دلّی کے بازار میں بیچ دیا گیا..... کشمیر کی بہن کی آواز بھی اب چیختے چیختے رندھیا گئی.....چیخیں آہوں اور سسکیوں میں تبدیل ہوئیں.....دریائے جہلم کی موجیں آج بھی اہلِ پاکستان کے نام کشمیر کی بیٹی کی فریادیں لے کر آرہی ہیں.....آسام، گجرات، یوپی، حیدرآباد آج بھی ہمارے راہ تکتے ہیں.....دلّی وسومنات کی فتح تو دور، بھارت کا تسلط اب کراچی تا اسلام آباد بڑھتا جا رہا ہے.....! کیا اس مسافر سے زیادہ قابل ترس بھی کوئی ہوگا جو ساری عمر سفر میں رہا اور جب منزل سامنے نظر آنے لگی تو سو گیا بلکہ راستے کے پڑاؤ کو ہی منزل سمجھ بیٹھا؟

امریکی گرین کارڈ کو مقصدِ حیات بنانے والوں سے کیا گلہ.....گلہ توان سے ہے جنہوں نے بچوں کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا اور آج خود ہی معذور بن کر بیٹھ گئے! وہ جو کل تک قافلہ کی جان تھے..... ہدی خواں تھے.....جو اپنی جوشیلی ہدی سے قافلوں کے تن من میں آگ لگا دیا کرتے تھے.....آج کیا ہوا کہ خود کسی ہدی خواں کے منتظر ہیں؟

انصاف کیجئے!..... انصاف! کہ شرفاء دشمنی میں بھی دیانت داری سے کام لیا کرتے ہیں۔ انصاف کیجئے! آپ اسلام کے بیان کردہ تکفیر کے باب (وہ مسائل جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کلمہ پڑھنے کے باوجود کن باتوں سے کافر ہوجاتا ہے) کی روشنی میں فیصلہ کیجیے کہ کیا اللہ کی شریعت کو قوت کے زور پر رد کر دینے والا طبقہ اہلِ ایمان میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ کافروں کے ساتھ مل کر اہل ایمان کے قتل آئینی (حلال) کہنے والا گروہ مسلمان کہلانے کا حق دار ہے؟ بھارت سے دوستی اور مسلمانوں سے جنگ کرنے والا مسلمان باقی رہ سکتا ہے؟ کفریہ نظام سے فیصلہ کرتی عدالتوں پر بضد رہنا، ان کی حفاظت کو فرض سمجھنا اور اہلِ ایمان کو جبراً اس کے تحت فیصلے پر مجبور کرنا، کفر اور کافروں کی تعظیم کرنا، شعائر اللہ (جہاد وغیرہ) اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانا.....اگر یہی سب ایمان ہے تو پھر کفر کیا ہے؟ اگر یہی اہل سنت کا مسلک ہے تو پھر مرجئہ کس کو کہتے ہیں؟

ہمیں سمجھائے کہ اگر دین سے خارج ہو جانے والوں کو کافر کہنا ہی خارجی ہونے کی علامت ہے تو خلیفۂ اول، رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جنہوں نے زکواۃ نہ دینے والوں کو کافر قرار دیا جبکہ وہ کلمہ پڑھتے اور نماز بھی ادا کرتے تھے، اور بعد میں تمام صحابہ نے ان کی تائید کی۔ کیا ان سرکاری فتوے داغنے والوں کے نزدیک وہ سب بھی (نعوذ باللہ) خوارج تھے؟

امام ابو حنیفہؒ نے ابو جعفر منصور کے خلاف خروج کو جائز قرار دیا اور خود بھی عملی تعاون کیا ۔بتاؤ کیا امام صاحبؒ خارجی تھے جو امام وقت کے خلاف خروج پر لوگوں کو ابھار رہے تھے؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے تاتاریوں کے خلاف اس وقت جہاد کیا جبکہ تاتاری اسلام قبول کر چکے تھے، کیا اپ کے نزدیک امام ابن تیمیہؒ بھی خارجی ٹھہرے؟

امام مالکؒ سے ایک روایت کے مطابق کسی ایک فرض کا ترک بھی کا فر ہے۔کیا کسی نے ان کو خارجی کہا؟

امام احمد بن حنبلؒ نماز چھوڑنے والے کافر کہتے تھے۔جبکہ اس دور میں کسی نے بھی امام صاحبؒ کو خارجی نہیں کہا۔ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

امام اسحاق ابن راہویہؒ فرماتے ہیں:

’’جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ ظہر سے مغرب اور مغرب سے آدھی رات ہو جائے تو وہ اللہ کا کفر کرنے والا ہے۔،اس کو تین دن تک توبہ کی مہلت دی جائے پھر بھی رجوع نہ کرے اور کہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں تو اس کی گردن اڑا دی جائے جبکہ تارک ہو،اور اگر نماز پڑھتا ہوا اور پھر یہ کہے تو یہ اجتماعی مسئلہ ہے‘‘۔

ان کے بارے میں بھی اپنی رائے بتائے گا؟

اے علمائے کرام! آپ ہی انصاف سے بتائے کہ خوارج کون ہیں؟ وہ جو بھارت کے ساتھ امن معاہدے کرتے ہیں؟ جو بھارت کو یہ سہولت فراہم کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے دریاؤں پر ڈیم بنائے؟ جو ہندوؤں کے ساتھ بقائے باہمی کی بنیاد پر رہنا چاہتے ہیں؟ اور جو دوسری جانب مجاہدین سے جنگ کرتے ہیں، اللہ کے دشمنوں سے صلح کرتے ہیں، ان کو دوست بناتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کا ساتھ دیتے ہیں؟ مجاہدین کے خلاف ہندو فوج کی مدد کرتے ہیں اور مجاہدین اسلام کے لئے بددعائیں کرتے ہیں؟ امریکی فوجیوں کی حمایت میں فتوے دیتے ہیں، امریکی فوجیوں کے ساتھ بیٹھ کر محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں اور انہی کے خرچ پر کتابیں لکھتے ہیں ،جبکہ مسلمانوں کے قتل کرنے کے لئے امریکیوں کو مشورے دیتے ہیں.....انصاف سے بتائے کہ خوارج کون ہیں؟

بقیہ: سعودی عرب کے مفتی کا افسوسناک رویہ

ہمیشہ ایک مہذب لہجہ استعمال کیا ہے اور اپنے دلائل بیان کر کے اپنے موقف کو پیش کرتے جن میں بھی تمام معاشرتی اور اخلاقی حدود کی رعایت ہوتی ۔لیکن سعودی عرب کے سرکاری مفتی نے آخری دنوں میں وہ زبان استعمال کی جو بالکل ان کے شایان شان نہیں تھی، استشہادی عملیات کرنے والے فدائی مجاہدین کے بارے میں وہ لب ولہجہ موصوف نے استعمال کیا جس کی توقع ایک عام مہذب اور سطحی دینی تعلیم حاصل کرنے والے شخص سے بھی نہیں کی جاسکتی ۔اگر موصوف کو واقعی استشہادی عملیات کے بارے میں تحفظات ہیں تو چاہیے کہ اپنے موقف کو دلائل سے مبرہن کر کے بیان کریں نہ کہ کھلے عام گالیاں دینا شروع کردے، وہ ملک جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے توقعات وابستہ ہیں، وہاں سے سرکاری طور پر ان لوگوں پر لعن طعن کی جائے جو اپنے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی خاطر قربان کر دیتے ہیں ۔افسوس صد افسوس کہ کفار کے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہوتی امت کے زخموں پر مرہم پٹی کرنے کے بجائے انکی زخموں پر مزید نمک پاشی کی جارہی ہے۔

بقیہ: تحریک طالبان تحریک شیخ الہندؒ کا تسلسل ہے

انور پاشا کا خط افغانستان لے جا کر حبیب اللہ خان سے دستخط کرانا تھا اور دوبارہ انور پاشا کے پاس لے جانا تھا۔

شیخ الہندؒ حجاز مقدس کی طرف اس ارادے کو ظاہر کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور حجاز کے گورنر سے دو خط لے کے ایک خط جہاد کی ترغیب میں تھا جو افغانستان اور ہندوستان میں شائع کرنا تھا۔

دوسرا خط افغان حکومت کے نام تھا کہ شیخ الہندؒ جو کہے اس کو ہماری تائید حاصل ہے جس کو غالب نامہ کے نام سے موسوم کیا گیا شیخ الہندؒ نے غالب نامہ مولانا محمد میاں کو دیا تا کہ اس کو افغانستان اور ہندوستان میں شائع کرے اور اس نے یہ کام بخوبی انجام دیا اور اس دوران یہ ریشمی رومال پکڑا گیا جس کی وجہ سے غالب نامہ ضائع ہوگیا، ریشمی رومال کے پکڑ جانے سے انگریزوں کو ترکی حکومت اور انقلابیوں کے عزم کے بارے میں پتہ لگ گیا جس کی وجہ سے ہندوستان میں جگہ جگہ لوگ پکڑے گئے اور انگریزوں نے ترکی حکومت کے خلاف اعلان جنگ کیا اور ترکی حکومت پر گئی اطراف سے حملہ کیا اور اس کے علاوہ عرب اور ہند نے زرخرید غلاموں سے عثمانی خلافت کے خلاف فتویٰ جاری کیا اور شیخ الہندؒ کو مکہ مکرمہ میں قید کیا گیا اور جنگی قیدی کے حیثیت سے مالٹا میں قید کرلیا گیا۔جب جنگ ختم ہوگیا اور مالٹا سے رہائی کے بعد واپس ہندوستان تشریف لے آیا اور کچھ عرصہ تحریک خلافت میں کام کیا اور وہی وفات پا گئے ۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تحریک ناکام ہوگیا یا ختم ہوا بلکہ کچھ وقت وقفے کے بعد یہ تحریک احیائے خلافت کی طرف رواں دواں ہوگیا، اور شیخ الہندؒ اور اکابرؒ علماء دیوبند کے متعین کردہ جہادی راستے کے تحت احیائے خلافت کا قافلہ شروع ہوگیا۔فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت تحریک ریشمی رومال اور تحریک شیخ الہند تحریک خلافت کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور اب یہ تحریک تحریکِ طالبان کے نام سے جانا جاتا ہے۔تحریک شیخ الہندؒ کا مقصد بھی خلافت اور تحریک طالبان کا مقصد بھی احیائے خلافت ہے راستہ بھی ایک ہے اور مقصد بھی۔

بقیہ: حالیہ مذاکراتی ادوار پر ایک نظر

اگر ہم اس وقت آرزوں اور مظالم کو اپنے سامنے نہ رکھے .تو یہ ہمارا سب سے بڑا نقصان ہے، معاہدہ اور فائر بندی سے ہمارے محدود ہونے کا بھی خدشہ ہے، خصوصاً وہ مجاہدین جو شہروں میں کام اور رہائش اختیار کیئے ہوئے ہیں، عین ممکن ہے، کہ وہ ہمارے ساتھ اس حکمت عملی پر متفق نہ ہو اور احرار الہند، انصار المجاہدین، جند اللہ اور جیش اسامہ کی طرح کئی مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے۔

بہر حال ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم ان حالات میں ہر جہت کو پرکھے اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں، ذاتی طور پر تو میرا موقف یہ ہے کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف شریعت ہے. شریعت ہونی چاہئے اور شریعت ہی ہمارا مقصد رہیگا، اور ہم اس موقف اور ہدف سے کسی بھی صورت، کسی بھی میدان اور کسی بھی حالت میں پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

انشاءاللہ

عالم اسلام نظریاتی جنگ کے حصار میں

مولانا قاضی عمر مراد صاحب

جب سے حضرت انسان اس عالم ارضی پر تشریف فرما ہوا ہے اس عہد سے انسانی آبادی نظریاتی طور پر دو جماعتوں میں بٹ گئی ہے، ایک فریق نے تو دعوتِ توحید حق پر لبیک کہا اور دربار خداوندی سے انہیں مومن اور مسلم جیسے عظیم القاب نصیب ہوئے، خدائے بزرگ وبرتر کا ارشاد عالی ہے ''لا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَ هُمْ أَوْ أَبْنَاءَ هُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ'' (سورۃ المجادلۃ) ترجمہ: اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے بیشک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے۔ ۲۱۔ جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا خاندان کی ہی لوگ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے''۔ جبکہ دوسرے فریق نے شیطان کی پیروی میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ عداوت اور دشمنی شروع کی، پروردگار اس قسم کے لوگوں کو شیطان کی پارٹی جیسے مذموم ناموں سے یاد کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ'' (سورۃ المجادلۃ) ترجمہ: شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔

جب انسان ان فکری اور نظریاتی طور پر مختلف ان دو جماعتوں میں تقسیم ہوا تو اس کا منطقی اور لازمی نتیجہ ان کے مابین تناؤ مخالفت اور دشمنی کا پیدا ہونا تھا، اور اسی دشمنی کے سبب ان کے درمیان مختلف میدانوں میں تنازعات اور لڑائی جھگڑوں نے جنم لیا لیکن رحمانی جماعت کے علمبردار ہر میدان میں فتح یاب ہوتے رہے۔ اور شیطانی جماعت ہمیشہ کھلی آنکھوں اس کا مشاہدہ کر چکی ہے، نتیجۃً شیطان کے پجاریوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

ابھی شمع نبوت روشن ہی ہوئی تھی کہ نبوت کے ساتویں سال نبی کریم ﷺ کو شعب ابی طالب میں اپنے خاندان سمیت محصور کر لئے گئے اور نبوت کے تیرھویں سال آپ ﷺ کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنا پڑا۔ اگرچہ یہاں مسلمان کمزور، بے افرادی قوت کم اور وسائل سے تہی دست تھے لیکن اس کے باوجود آئندہ کی جنگوں جب ایمان وکفر کے درمیان میدان سج جاتا تو کفر ہی کو شکست کا سامنا پڑتا۔

اسلامی تاریخ میں ایسے ہزاروں واقعات ہیں کہ مسلمان کفر کے مقابلے میں کمزور اور تعداداً کم تھے، کفری لشکر اسلامی لشکر سے کئی گنا بڑی تھی لیکن جنگ کے خاتمے پر معلوم ہو جاتا کہ فئۃ قلیلۃ کو فئۃ کثیرۃ پر برتری ملی۔ دوسری بات یہ جو کفار سمجھے یہ تھی کہ یہ مسلمان لوگ ہمارے خلاف لڑنے کو ایک مذہبی اور عقیدوی فریضہ گردانتے ہیں، یہ کفر کے خلاف لڑنے، زخمی ہونے اور ان کے ہاتھوں مارنے کو بھی اعزاز اور فخر سمجھتے ہیں۔ ان دو وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کو جنگ کے میدان میں شکست دینا ممکن نہیں تو اب ایک ایسا متبادل راستہ تلاش کرنا چاہئے جس کے نتیجہ میں ایک طرف مسلمانوں کو سخت شکست ہو جائے تو دوسری طرف مسلمان ظاہراً اور باطناً کفر کے غلام بن جائیں۔ اور زندگی کے ہر طبقے میں کفریہ طاقتوں کی اندھی تقلید شروع کریں۔

اس سوچ کے تحت کفار نے مسلمانوں کے خلاف مادی جنگ کے علاوہ نظریاتی جنگ کے میدان میں نئے منصوبوں اور اصولوں پر کام کیا، مادی جنگ کی نسبت نظریاتی جنگ مسلمانوں کے خلاف زیادہ موثر ہتھیار ثابت ہوئی جس نے مسلمانوں اور عالم اسلام کے ہر پہلو کو متاثر کیا، اس جنگ کو ہم یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ یہ وہ طریقہ ہے جس میں مغربی دنیا مسلمانوں کو اسلامی طرز زندگی اور اسلامی اقدار سے دور کر رہا ہے مسلمان جوان نسل کو اخلاقی بے راہ روی کی رخ پر موڑنا اور صحیح سالم اسلامی عقائد میں تشکیک اور تخریب کر کے مسلمان نوجوان کو اپنے دین اور مذہب سے متنفر کرنا۔

استاد محمد قطب رحمہ اللہ نظریاتی جنگ کی تعریف میں یوں فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں ان غیر نظامی اور غیر عسکری وسائل کو استعمال کر کے صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے فتحیاب ہونے کے بعد ان کے زندگی سے بہترین اسلامی اقدار و اخلاق کو جدا کرنا اور انہیں اسلامی احکام سے آزاد کر کے لادین بنانا ہے۔ استاد ڈاکٹر محمد یحیٰ اپنی کتاب ''نظریاتی جنگ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جنگ کفار کا جنگ لڑنے کا ایک نیا اسلوب ہے، جبکہ استاذ اھدی احمدزئی فرماتے ہیں کہ نظریاتی جنگ دو قسم پر ہے ایک قدیم استعمار ہے اور دوسرا جدید استعمار ہے۔ قدیم استعماری جنگوں میں یوں ہوتا کہ طاقتور قومیں کمزور قوموں پر حملہ آور ہو کر ان کے املاک، معدنی ذخائر اور ان کے قیمتی اشیاء میں لوٹ مار کرتی لیکن ان کے عقائد اور مذہبی احکام میں مداخلت نہیں کرتے۔ اور نہ ان کے مقدسات کیساتھ کسی قسم کا تعرض کرتے۔ استعماری قوتوں کی یہ قسم سب سے پہلے ۱۰۰۰ قبل مسیح میں ظاہر ہوئی تھی۔ سب سے پہلے جس قوم نے استعماریت کا آغاز کیا وہ فنیقیان قوم تھی۔ جو مدیترانی کو اپنے قبضہ میں لانے میں کامیاب ہوئے اور

وہاں اپنی نوآبادیاتی نظام قائم کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فنیقیان قوم کے کچھ عرصہ بعد اہلِ یونان نے بھی استعماری طریقہ کار اپنایا اور اسی سے یورپی اقوام سمیت تمام اقوام کی استعمار اور نوآبادیاتی نظام کا آغاز ہوا۔

اگر ہم اسلام اور استعماری قوتوں کے مابین جاری کشمکش کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو عسکری اور مادی جنگوں میں استعماری قوتوں کو ہمیشہ شکستِ فاش کا سامنا کرنا پڑا ہے، ظہور نبوت کے زمانہ سے لیکر ۱۲۴۴ھ تک مسلمان صرف یہ نہیں کہ کفار انہیں شکست نہ دے سکے بلکہ مسلمانوں نے اسلامی خلافت کی سرحدات ہسپانیہ سے لیکر چین اور ترکستان سے لیکر قفقاز اور تھائی لینڈ اور ملیشیا تک پہنچائے۔ ان فتوحات کے بعد کفری طاقتیں اس بات پر اور مطمئن ہوئے کہ انہیں شکست دینے کے لئے از نو نئے طریقہ کار اور اسلوب جنگ پر غور کرنا چاہئے۔ اور ایک منظم اور فعال طریقے سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے لگے۔

بعض محققین اس جنگ کی بنیادیں پیدائش آدم علیہ السلام سے جوڑ رہے ہیں، جب آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور ملائکہ کو امرِ سجدہ ہوا، تمام ملائکہ نے صف بستہ ہوکر امرِ خداوندی کی تعمیل کی اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوئے جبکہ ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ کے امر ماننے سے انکار کیا جس پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے راندہ درگاہ ہوا۔ اس روز سے شیطان نے آدم علیہ السلام کیساتھ عداوت اور دشمنی شروع کی اور اس موقع کی تلاش میں رہنے لگا کہ کس طرح سے اسے دھوکہ دے، اس مقصد کی خاطر اس نے ادم علیہ السلام کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائی اور کہا "وقاسمھما انی لکما من الصحین" (الاعراف) اور اس (شیطان) نے ان (ادم اور حوا علیھما السلام) کے سامنے قسم کھائی کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آدم علیہ السلام ابلیس کے اس نظریاتی دھوکے کے نتیجے میں آیا اور ابلیس اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوا۔

یہاں یہ بات واضح ہے کہ ابلیس نے زبردستی کرنے کے بجائے حضرت آدم علیہ السلام کے ذہن میں اپنی بات ڈالنے کی کوشش کی تاکہ وہ اس کی بات کو خیر خواہی تسلیم کریں اور پھر اس پر عمل پیرا ہو۔ ابلیس کے حواریوں نے اسی طریقہ کار کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف نظریاتی جنگ کا آغاز کیا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کا خیر خواہ ثابت کیا اور یہی خیر خواہانہ انداز مسلمانوں کیلئے زہر قاتل ثابت ہوا۔ اور اس بارے میں شیطان ہمیشہ اپنے پیروکاروں کے ذہن میں یہ شیطانی منصوبے ڈالتا رہتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ" (سورۃ الانعام ۱۲۱)

ترجمہ: اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ اُن کے کہے پر چلے تو بیشک تم بھی مشرک ہوئے۔ مذکورہ بالا قرآنی آیت سے یہ بات صاف واضح ہو رہی ہے کہ ابلیس اپنے کارندوں کیساتھ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف منصوبہ سازی مکمل شریک ہے، للہذا اسی اشتراک عمل

کے نتیجے میں مسلمانوں کے خلاف نظریاتی جنگ بھی ترتیب دی گئی۔ اور آگے جا کر اسے تین طریقوں پر تقسیم کیا ہے (۱) استعمار (۲) استشراق (۳) ترویج مسیحیت۔

انشاء اللہ ان تینوں اقسام پر ہم اگلے صفحات میں تفصیلی بات کرینگے۔ اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت کرینگے کہ نظریاتی جنگ میں مغرب نے کون کون سے وسائل اور کسی قسم کے افراد کا استعمال کیا۔

آج دنیا کے تقریباً تمام ممالک اسلام دشمنی میں لگے ہوئے اور اپنے تمام وسائل اس پر صرف کر رہے ہیں، ایسا کوئی معتد بہ استثنیٰ ہمارے سامنے نہیں ہے، چین روس، برطانیہ تمام بڑی اور چوٹی طاقتیں اسلام مخالف منصوبہ بندی پر کام کر رہے ہیں تاکہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹائے اور دنیا میں اسلام کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے یہ اگرچہ خیال است ومحال است وجنوں لیکن بہر حال یہ لوگ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ لیکن اگر مذہب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس میں یہود ونصاریٰ سب سے آگے نکل چکے ہیں، جو کہ شیطان کے ساتھ خصوصی مناسبت اور شیطانی منصوبوں کی تکمیل میں پیش پیش ہیں۔ اور دجال کی کامیابی انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

بلاذریؒ نے "فتوح البدان" میں نقل کیا ہے کہ جب جنگ یرموک پیش آئی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے شام کے مختلف علاقوں میں متعین اسلامی فوجوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سب اپنے اپنے مستقر چھوڑ کر یرموک میں جمع ہو جائیں۔ مسلمانوں کی کچھ فوجیں شہر حمص میں بھی متعین تھیں جو شہر کی حفاظت کر رہی تھیں، جب انہیں یرموک پہنچے کا حکم ملا تو ان سب سے بڑی فکر یہ لاحق ہوئی کہ یہاں جو غیر مسلم (ذمی) آباد ہیں ان سے ہم جزیہ (ٹیکس) وصول کرتے ہیں جس کی وجہ ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان کی جان ومال کی حفاظت کریں، جب فوجیں یہاں سے چلی جائیں گی تو ہم اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرسکیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کے امیر نے غیر مسلموں کو جمع کرکے ان سے کہاں کہ ہم نے آپ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا اور اس کی بناء پر جزیہ وصول کرتے تھے، اب اس مجبوری کے باعث یہ ہمارے لئے ممکن نہیں رہا، للہذا آپ کا جزیہ واپس کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سب کا جزیہ واپس کردیا گیا۔ اہل حمص نے روئے زمین پر ایسے فاتح نہیں دیکھے تھے جو دشمنوں کے ساتھ وفاداری کا ایسا سلوک کرتے ہوں، چنانچہ ان سب کی زبانوں پر یہ دعائیں تھیں کہ اللہ مسلمانوں کو رومیوں پر فتح عطا کریں۔

(الوحی المحدی، سید رشید رضا ص: ۲۷۹، مطبعۃ المنار ۱۳۵۴ھ)

تحریک طالبان تحریک شیخ الہندؒ کا تسلسل ہے

مولانا سیف اللہ خراسانی صاحب

۱۶۰۰ء میں ملکہ الرزبتھ کی دور حکومت میں چند سوداگروں نے (ایسٹ انڈیا مسلم) کے نام پر ایک کمپنی کی بنیاد رکھی اور اس کام کیلئے ہندوستان آ کر اس وقت کے مغل بادشاہ جہانگیر سے بہت تجارتی حقوق کو اپنے قبضے میں لائیں اور تجارت کے حفاظت کے بہانے پر بہت سا اسلحہ جمع کیا اور مذکورہ لوگوں نے ۱۷۶۳ء تک ہندوستان پر ہر قسم کے قبضے جمائیں۔

۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ اور انگریزوں کا بنگال میں پلاسی کے نام سے ایک مشہور لڑائی ہوئی جس میں میر جعفر اور میر صادق کی غداری کی بنا پر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور جنگ بکر میں بھی مسلمانوں کو شکست ہوئی یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد سارا ہندوستان انگریزوں کے قبضے میں آئی۔

اور ۱۹۴۷ء تک انگریزوں نے اس ملک پر پورے ۲۰۰ سال حکمران کی اگرچہ مسلمانوں کے نامتوں اور غیرت مند حیدر علی، ٹیپو سلطان، اور سراج الدولہ نے مجاہدین کی صورت میں انگریزوں کا بھرپور مقابلہ کیا مگر میر صادق اور میر جعفر جیسے غداروں کی غداری کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست کے علاوہ کوئی چیز ہاتھ نہ آئی۔

انگریزوں نے اس دور حکومت میں مسلمانوں پر ایسے مظالم ڈھائے کہ انہیں سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتی ہیں، قیصر التوریخ انکے مظالم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صرف دہلی میں ۲۷ ہزار ہندوستانیوں کو ذبح کر ڈالا، اور مجاہدین کے عورتوں کی عزتیں لوٹ لی اور انکے گھروں کو نیلام کر دیا اور جائداد اور اموال کو بیچ ڈالا یہاں تک کہ دہلی کے نامور لوگوں کو یا تو جنگ میں شہید کر لیا، یا انکو زبردستی شہید کروالیا گیا۔

یہاں تک کہ بادشاہ ظفر کے شہزادوں کو شہید کر دیا اور انکے سروں کو تنوں سے الگ کر کے بادشاہ ظفر کے سامنے پیش کر دیے گئے۔

خلاصہ یہ کہ عیسائی تاریخی شواہد کے بنا پر ایسے درندے ہے جس کے ظلموں کی وجہ سے یروشلم (بیت المقدس) کے نالیاں فلسطینی مسلمانوں کے خون سے بھرے بہہ رہے تھے۔ سپین، جبل الطارق، پرتگال، مالٹا وغیرہ کے کھنڈرات اب تک ان کے ظلموں سے نوحہ کن ہے۔

العرض مسلمانوں پر ایسے مظالم ڈھائے جس کی وجہ سے عیسائی ممالک تاب نہ لاکر رونے لگے۔

انہی مظالم کی وجہ سے ایک وقت ایسا آیا کہ خود مسلمان سپاہیوں نے میرٹ میں بغاوت کا پرچم لہرایا۔

جس کے نتیجے میں میرٹ کی فتح ہونے کے بعد جلد ہی دھلی کو چند ساعت میں فتح کر لیا اور ۶ دن کے سخت لڑائی کے بعد بہادر شاہ ظفر کو دھلی کے شاہی تخت پر بیٹھایا، یہ ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کا زمانہ تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے ہندوستان کے اور علاقے فتح کیے اور اسی طرح پورے ہندوستان میں آزادی کے شعلے بھڑکنے لگے۔

اس زمانے کے اخباروں سے اہل تاریخ نے جو اخبار ترتیب کے ساتھ جمع کئے ہیں انہی کے روشنی میں یہ بات واضح طور پر نظر آتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف جو تحریک شاہ ولی اللہؒ نے ۱۷۰۳ء میں شروع کی جو انکے بعد انکے فرزند ارجمند شاہ عبد العزیزؒ کا انگریزوں کے خلاف جہادی فتوی اور پھر سید احمد شہیدؒ کا پختونخواہ پر قبضہ اور سکوں کے خلاف جہاد اور اس کے ان کے خلفاء کے کارنامے اور انگریز کے خلاف یہ سب واقعات انہی تحریک کی ایک کھڑی ہے۔

جنرل بخت خان کے توجہ سے دھلی کے علماء دھلی کے جامع مسجد میں جمع ہو گئے اور شاہ عبد العزیزؒ نے یہ فتوی دیا کہ سارے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے جس کی وجہ سے پورے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف بغاوت شروع ہو گیا، جس کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا نام دیا گیا۔ اس وقت پاکستان کا جناح پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ جناح اس کے ۱۹ سال بعد ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوا۔

غرض یہ کہ شاہ عبد العزیزؒ کے فتوے سے پورے ہندوستان میں بغاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا، جن کا مرکز ضلع سہارنپور اور مظفر نگر تھا جس کی سرپرستی حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کر رہا تھا۔

حاجی صاحب نے قاضی عنایت اللہؒ کے بھائی عبد الرحیمؒ کے شہادت کے بعد علماء کرام کا ایک مجلس کو طلب فرمایا۔ جس میں مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی، قاضی عنایت اللہ خانؒ، حافظ ضامن شہیدؒ اور اور شیخ محمدؒ شریک ہوئے اسی مجلس میں مولانا قاسم نانوتویؒ نے مولانا شیخ محمدؒ سے پوچھا کہ آپ حضرات جہاد کے بارے میں کیوں خاموش بیٹھے ہو، تو مولانا محمدؒ نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں اور مسلمانوں کے پاس اسلحہ اور ضروریاتِ جنگ موجود نہیں تو مولانا قاسم نانوتویؒ نے جواب میں فرمایا کہ آیا ہمارے پاس اتنے وسائل بھی نہیں جتنے جنگ بدر میں صحابہؓ کے پاس تھے، تو وہ خاموش ہو گئے اور مولانا محمدؒ نے یہ اشکال بھی پیش کیا کہ جہاد کیلئے امیر کا ہونا ضروری ہے اور ہمارے پاس امیر نہیں، اور امیر کے بغیر جہاد کیسے ہوگا، تو مولانا قاسم نانوتویؒ نے فرمایا کہ اس میں کون سا وقت لگتا ہے، بھلا حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی کوئی اچھا امیر ہوگا بس یہ ہمارا امیر ہو گیا، سب ان کے ہاتھ پر بیعت کرو تو مولانا محمدؒ نے فرمایا کہ اچھا میں سمجھ گیا کہ ان مجلس مین یہ فیصلہ ہوگا کہ انگریزوں کے اسلحہ کے ڈپیوں پر حملہ کرنا چاہیے اسی دوران باغ شیر علی کا وہ مشہور جنگ ہوا جس میں مولانا سید احمد گنگوہیؒ نے چالیس مجاہدین سمیت انگریزوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے یہ انگریزوں کا وہ قافلہ تھا جو انگریزوں کیلئے اسلحہ اور توپ خانہ وغیرہ شاملی تک لے جا رہا تھا۔ اس قافلے پر حملہ آور ہو کر بہت سے انگریزوں کو مردار کر کے جہنم واصل کیا اور بہت انگریز بھاگ نکلے اور مجاہدین نے توپ خانے، اسلحہ وغیرہ اپنے ساتھ لے کر امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خدمت میں پیش کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گیے، جوش اور جذبہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔

اسی دوران امداد اللہ مہاجر مکیؒ امیر اور مولانا قاسم نانوتویؒ قومندان اور مولانا راحمد گنگوہیؒ قاضی اور مولانا محمد منیرؒ اور حافظ ضامنؒ میمنہ اور میسرہ کے قومندان مقرر ہوئے۔

باغ شیر کمپنی کے بعد مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ انگریزوں کا وہ افسر جس نے قاضی عنایت اللہ کے بھائی مولانا عبد الرحیمؒ اور دیگر مسلمانوں کو جس افسر نے شہید کیا ہے وہ شاملی کے دورے پر آیا ہے تو مسلمان مجاہدین نے فوراً شاملی پر حملے کیلئے تیار ہوئے اور شاملی پر حملہ کیا جس کا جنگی کمانڈ حافظ ضامنؒ تھے اور سخت لڑائی کے بعد انگریز فوج نے راہ فرار اختیار کیا۔

شاملی تحصیل کا جو قلعہ تھا اس میں محصور ہو گئے وہ مضبوط قلعے کے اندر سے فائر کر رہے تھے اور مجاہدین خالی میدان میں بے سروسامانی کے حالت میں باہر سے فائر کر رہے تھے۔ یہ لڑائی تین دن تک جاری رہا جس میں حافظ ضامنؒ نے جام شہادت نوش فرمایا اور تحصیل فتح ہو گیا۔

اسی دوران انگریزوں نے دوبارہ دھلی پر حملہ کر کے دھلی کو قبضہ کر لیا حافظؒ کے شہادت سے شاملی کا فتح دوبارہ شکست میں تبدیل ہو گیا اور علمائے حق کا یہ تحریک اسی جگہ موقوف ہو گیا۔

یہ کوئی ناکامی یا شکست نہ تھا بلکہ غازیوں کا ایک مقصد کو پہنچا اور یہ مقصد انہی حضرات کا آخری مقصد تھا جس کو حاصل کرنے کے بعد ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ مقصد ان حضرات کا کچھ یوں پورا ہو گیا یعنی جو جنگ کا میدان شاملی میں سجا اور وہی میدان بالاکوٹ کے پہاڑوں میں سجا۔ دھلی کے قبضے کے بعد انگریزوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے اور دھلی کے بڑے بڑے علاقوں پر انگریزوں نے قبضہ جمالیا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مکے کی طرف ہجرت کی اور وہی وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

غرض یہ کہ تحریک بالاکوٹ پہنچ کر موقوف ہوگیا کیونکہ مجاہدین کے پیچھے کوئی قوی مرکز نہ تھا جو مجاہدین کی پشت پنائی کرتا اور تعاون فراہم کرتا، لیکن یہ سلسلہ کچھ وقت بعد پھر شروع ہوگیا جو تحریک خلافت یا تحریک شیخ الہند یا تحریک ریشمی رومال کی شکل میں رونما ہوا۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ تحریک شیخ الہندؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تحریک کے ابتداء میں یہ بات طے ہوگئی کہ سب سے پہلے تو انگریز کا انخلا بہت مشکل اور ناممکن ہے اور جہاد کے اسلحہ وغیرہ کیلئے ایک مرکز کی ضرورت ہے اور اس کے لئے قبائلی علاقہ جات کو مناسب سمجھا گیا اور ان قبائلی علاقوں میں تحریک نے تین کام کئے۔۱) قومی دشمنی کا خاتمہ۔۲) جہاد کی ترغیب۔۳) سید احمد شہیدؒ کے کے باقی ساتھیوں کو اپنے ساتھ بلانا۔

اس تحریک نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی ابھی جہاد کے قائدین اس تیاری کی حالت میں تھے کہ عمومی جنگ شروع ہوگیا اور ترکی کی حکومت نے مجبوراً جنگ کا اعلان کیا جس کی وجہ سے ترکی پر ہر طرف سے حملے شروع ہوگئے شیخ الہند نے حاجی ترنگزئی صاحبؒ کو یہ حکم دیا کہ قبائل کی طرف ہجرت کرو اور انگریز کے خلاف جنگ شروع کرو، حاجی ترنگزئیؒ نے مہمند ایجنسی کی طرف ہجرت کی اور سید احمد شہیدؒ کے ساتھیوں سمیت دیگر مجاہدین نے حاجی صاحب کے زیرنگرانی جہاد شروع کی اور تھوڑے سے عرصہ میں بہت ساری کامیابیاں حاصل کی یہاں تک کہ انگریز بھاگنے پر مجبور ہوگئے، مگر انگریز مکار جب سامنے لڑائی کا تاب نہ لاسکے تو مجاہدین کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ یہ جہاد نہیں کیونکہ یہ بادشاہ کے امر سے نہیں جب تک پختونخواہ کے مسلمانوں کا امیر اور بادشاہ حبیب اللہ خان جہاد کا اعلان نہ کرے اس وقت تک جہاد صحیح نہیں ہے۔

قبائل کے بڑے بڑے (ملکان) وڈھیروں کو پیسے اور لالچ دیا گیا اور مجاہدین ان کو جدا کیا اور دوسری طرف حبیب اللہ خان کے ساتھ جہاد کے خلاف بہت وعدے کیے کہ جب ہم اس جنگ سے فارغ ہوجائے تو ہم یہ وعدے پورے کریں گے اور اس طرح مجاہدین کو بہت نقصان پہنچایا اور دوسری طرف مجاہدین کے ساتھ اسلحہ وغیرہ بہت کم تھا تو مجاہدین نے شیخ الہند کو یہ پیغام پہنچایا کہ ہمارے پاس مجاہدین بہت زیادہ اور اسلحہ کم ہے اگر آپ کسی اسلامی ملک سے کومک مانگے۔تو شیخ الہند حجاز کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حجاز خلافت عثمانیہ کے تحت تھا اور حجاز کے گورنر غالب پاشا اور وزیر دفاع انور پاشا کے ساتھ ملاقات کی دونوں نے ہر قسم تعاون کا یقین دہانی کی لیکن دونوں نے یہ بتایا کہ قبائل تک رسد کے تمام راستے روس نے بند کئے ہیں اور اب قبائل کوئی رسد نہیں پہنچایا جاسکتا اور اسی دوران شریف مکہ نے اسلامی خلافت کے خلاف بغاوت کی اور انگریزوں کے ساتھ دوستی کی اور شیخ الہند کو گرفتار کیا اور اس وقت شیخ الہند نے یہ جملہ منہ سے نکالا کہ الحمداللہ کہ بمصیبتے گرفتارم نہ بہ معصیتے۔

ترک کے شکست سے یہ جنگ تمام ہوگیا اور شریف مکہ کے بغاوت اور امریکہ کی شمولیت کیوجہ سے یہ جنگ تمام ہوگیا اب تحریک ریشمی رومال کے بارے میں کچھ تذکرہ کرتے ہیں اگر تحریک ریشمی رومال کامیاب ہوجاتا تو اسلام قرون اولیٰ کی طرح شان وشوکت سے زندہ ہوجاتا۔

لیکن ایسا نہ ہوا یہ کوئی شکست نہ تھا بلکہ تیر نشانے تک نہ پہنچ سکا، لیکن شیخ الہند نے ایک ایسا منصوبہ بنایا جس کی وجہ سے پورے ہند میں انگریز کے خلاف ایک بغاوت برپا ہوگئی۔

باہر سے ترکی فوج اور قبائل افغانستان کے راستے سے ہند پر حملہ آور ہوں گے اور اس کے افغانستان کا بادشاہ حبیب اللہ خان کو اعتماد میں لینا لازمی تھا اور اس کام کے لئے دس جامع منصوبے بنائے گئے جو ۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۴ء تک ۹ منصوبوں پر کامیابی کے ساتھ عمل ہوگیا۔

وہ دس منصوبے یہ تھے۔۱) ہندو مسلم کا مکمل اتحاد چونکہ یہ ایک بین الاقوامی بغاوت اور انقلاب تھا۔

۲) قدیم اور جدید علماءِ فکر سے کام لینا۔

۳) اقوام عالم سے اخلاقی مدد حاصل کرنا۔

۴) جنگی نقشے تیار کرنا۔

۵) اور اس انقلاب کے بعد حکومت ایک خاکہ تیار کرنا۔

۶) بغاوت کیلئے خفیہ مراکز کا قیام۔

۷) بیرون ممالک کیلئے امدادی مراکز کا تعین۔

۸) ترکی کی حمایت کیلئے دوسرے ممالک کیساتھ رابطہ قائم کرنا۔

۹) باہر حملوں کیلئے پلائن اور راستے تعین کرنا۔

۱۰) ایک ہی وقت میں حملوں اور بغاوت کیلئے تاریخ اور دن تعین کرنا۔

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ہند کو آزاد کرنے کیلئے بالاکوٹ کی لڑائی اور ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد یہ تیسری تحریک تھی جو ہر وقت سر ہتھیلی میں لئے پھر رہے تھے جو تحریک ریشمی رومال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور تحریک مسلمانوں کے جاہلانا تغافل کی وجہ سے ناکام ہوا اور دوسری اور تیسری تحریک مسلمانوں کے مجرمانا عدمِ تعاون کی وجہ سے اور بعض لوگوں کی غداری کی وجہ سے ناکام ہوگیا۔

اول اور دوسرے منصوبے کیلئے حالات کافی برابر تھے اور تیسرے منصوبے کیلئے قابل اور با اعتماد شخصیات مختلف تشکیل دیے گئے اور انہوں نے بہت زیادہ کام کیا اور جنگی نقشوں کیلئے تین طریقے اختیار دیے گئے۔

بیرونی حملوں کے لئے راستے اور جگہوں کی تعین اور فوج اور رسد کے بندوبست مرکز اور انقلابیوں کے ساتھ روابط قائم کرنے کیلئے پیغام رسانی کا انتظام اور حملہ کرنے والے فوج کے نقل وحرکت کیلئے سہولیات فراہم کرنا اور تیسری شکل اس منصوبے کا یہ تھا کہ سی آئی ڈی کے اندر اپنے افراد داخل کرنا تاکہ حکومت کے منصوبوں اور ارادوں پر نظر رکھا جائے اور تیسری شکل یہ تھی کہ فوج کے اندر اپنے افراد داخل کرنے اور فوج کے اندار پنے ہم خیال لوگ پیدا کرے تاکہ جب حملہ کرنے لگے تو دشمن کا نظم ختم کرسکے۔ پہلا کام عبید اللہ سندھیؒ کے سپرد کیا گیا مولانا عبید اللہؒ سندھی شمال مغرب سرحد کے چند دورے کئے تاکہ علاقے کی جغرافائی پوزیشن تفصیل کے ساتھ معلوم کرے اور فنون حرب پر عبور حاصل کرنے کیلئے انگریزی، جرمنی، فرنسی، ترکی اور عربی زبانوں کے کتابوں کا مطالعہ کیا اور جنگ کرنے کے قدیم وجدید طریقوں کا خوب مطالعہ کیا اور سات کے خوب کوشش کے بعد جنگ اور سنگروں کا بے مثال نقشہ تیار کیا جس سے ترکی، جرمنی اور افغان فوجی افسروں نے خوب استفادہ کیا۔

تیسرا کام ڈاکٹر انصاری کو سونپا گیا انصاری نے ایسے انقلابی ساتھی سی آئی ڈی کے اندر داخل کیے جو حکومت کے راز اور منصوبوں سے اپنے قائدین کو بروقت آگاہ کرتے رہے۔تحریک کے ناکام ہونے کے بعد چند جوان پکڑے گئے جن کو سولی پر چڑھائے گئے اور کچھ مجاہدین فوج میں بھی داخل ہوئے تھے جو بعد میں ان میں سے بھی پکڑے گئے اور تختہ دار پر لٹکائے گئے۔

۵ منصوبے کے تحت انقلاب کے بعد عبوری حکومت کا نقشہ تیار کرنا تھا جو ہندؤ اور مسلمانوں پر شامل ایک اعلیٰ خودمختار کونسل پر شامل تھا اور اس کا رکن خاص شیخ الہندؒ مقرر کیا گیا اور ۱۹۰۰ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک پورے نو منصوبوں پر اچھی طرح عمل درآمد ہوا۔

اب دسویں منصوبے پر عمل باقی تھا کہ عمومی جنگ شروع ہوا اور یہ تحریک کیلئے ایک سنہری موقع تھا اور فوراً دیوبند میں اجلاس طلب کرلیا گیا جس میں یہ بات طے ہوگئی کہ بیرونی حملہ آور اندرونی بغاوت ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء کو ہوگی۔تحریک کے سب شاخوں کو یہ خبر دیا گیا تاکہ بغاوت کیلئے تیار رہے اور حملے کیلئے تاریخ کا منتظر رہے اور شیخ الہندؒ کو یہ خط ارسال کردیا تاکہ انور پاشا سے تائید حاصل کرے۔

ترکی حکومت اور افغان حکومت کے درمیان تحریراً معاہدہ کرے اور اس دوسرے معاہدے کے سلسلے میں

بقیہ صفحہ 11 پر

امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کی شہادت پر جہادی جماعتوں کی طرف سے تعزیتی بیانات

عالمی اسلامی میڈیا محاذ قیادتِ عامہ

امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کی شہادت پر امت اسلامیہ کے لئے تعزیت اور مبارک باد کا پیغام

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں اور ان کی طرف سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے، اس لئے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ (آل عمران ۱۶۹۔۱۷۰)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہر فیصلہ اپنے بہترین وقت پر صادر فرمایا اور ہر آدمی کے لیے اس کی موت کا جو وقت مقرر کیا وہ اس سے کبھی لیٹ نہیں ہوتا۔ درود وسلام ہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد پر، آپ کے اہل اور آپ کے تمام اصحاب پر۔

اما بعد:

ہم اس صابر اور مجاہد امت اسلام سے بہادر ہیرو اور پیش قدمی کرنے والے قائد حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کی شہادت پر تعزیت کرتیہیں ؛ ایسی تعزیت کہ جس میں ہمارے مرحوم کی بابت غم اور فخر کے ملے جلے جذبات شامل ہیں۔ سو اس بہادر قائد جیسے ہماری امت کے شہسوار رحلت ہی اس حالت میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اسلام کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی آخری سانس بھی باقی نہیں رہتی۔ سو اصل زندگی تو وہ ہے جو یہ بہادر مجاہد جی گیا، اور خوبصورت زندگی بھی وہی ہے جس کی طرف یہ قائد روانہ ہوا۔ ہم ان کے بارے میں ایسا ہی سمجھتے ہیں اور اللہ ہی اصل جاننے والا ہے اور ہم اللہ تعالی کے آگے کسی کی پارسائی بیان نہیں کرتے ہیں۔
اس عظیم قائد حکیم اللہ محسود کو جہاد کی محبت اور وہ فیاضی عطا کی گئی تھی کہ جس نے اللہ کی مدد سے اپنی جوانی کا آغاز ہی جہاد کی راہ پر چلتے ہوئے توحید کا جھنڈا بلند کر کے بہادری کے ساتھ موت کا متلاشی بن کر جہاد و قتال کرتے ہوئے دلیری اور جوانمردی کے جوہر دکھاتے ہوئے کیا۔ پھر اسے شیروں کی جماعت کا امیر مقرر کیا گیا۔ بالآخر اللہ کے حکم سے وہ خوش قسمت شہید ہیں کہ انہوں نے اس آرزوئے شہادت کو پا لیا جس کی خاطر وہ جہاد پر نکلے اور جس کی خاطر وہ جیئے۔ اللہ تعالی ان کو احسن شہادت پانے والوں میں قبول فرمائے۔

اگر شہید (امیر حکیم اللہ) اپنے جہاد کے ثمرات، مکمل تمکین اور حاصل ہونے والی کامیابی کو دیکھنے سے پہلے رحلت فرما چکے ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں وہ اپنے پیچھے ایسے نوجوانوں کو چھوڑ کر گئے ہیں جو پہاڑوں کی مانند ہیں اور جو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک توحید کے جھنڈے کو لہراتا ہوا اور اللہ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر کے نہ دیکھ لیں، چاہے کافروں کو جتنا ہی ناگوار گزرے۔

اے اللہ! ہمارے اس شہید کو قبول فرما، اس کو معاف فرما، اس پر رحم فرما اور اپنی جنتوں میں اس کے درجات کو بلند فرما۔

درود و سلام ہو اللہ کے بندے اور اس رسول محمد پر، آپ کے آل اور تمام اصحاب پر۔

حرکت شباب المجاہدین قیادت عامہ

امت اسلام کے لیے مبارکباد اور تعزیتی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قائد حکیم اللہ محسود -- اللہ ان کو قبول کرے - کے شہید ہو جانے پر امت کے نام تعزیتی بیان

اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ

[آل عمران].

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو تم مردہ نہ سمجھو (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ وہ ان (نعمتوں) پر فرحاں وشاداں رہتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ ان کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں اور اس پر (بھی) کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔'' (آل عمران 169-171)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لیا، اور اسی کا ہے جو اس نے دیا، اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی ہے اور پھر اپنی مخلوقات میں سے برگزیدہ پسندیدہ پیغمبر منتخب کئے ہیں، اور ان پیغمبروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیرو اور انصار (معاون) پیدا کئے

ہیں، جو اجتماعی اور انفرادی طور پران کے ارشادات کو لیتے اور ان کی سنتوں کی تابعداری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے حواریوں میں سے شہداء چن لئے ہیں، جن کا انتخاب وہ خود کرتا ہے، اور پھر ان کا اکرام ایسی نعمتوں سے کرتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتیں، اور ایسی جنتوں سے جو کبھی فنا نہیں ہونگیں، اور جوان ہم عمر حوروں سے۔ ان شہداء پر انبیاء، صدیقین اور صالحین رشک کرتے ہیں، اس فضل واحسان کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے رب کے ہاں پالیا ہے۔

ایسے ہی (شہداء) لوگوں میں شمولیت اختیار کرنے اور ان کے قافلے کے ساتھ جا ملنے کیلئے اسلام کے شہسواروں میں سے ایک شہسوار اور توحید کے شیروں میں سے ایک شیر کچھ ہی عرصہ پہلے چل پڑا؛ بعد اس کے کہ انہوں نے جہاد کی آگ بھڑکائی اور اس کی تپش سے سرکش ظالموں کو جلا دیا، یہ اسلام کے بطل (ہیرو) حکیم اللہ محسود تھے، جو شیر اسلام بیت اللہ محسود کے جگری بھائی اور ان کے بعد ان کے بننے والے جانشین تھے، اللہ تعالیٰ ان کو علیین میں قبول فرمائے اور جہانوں میں ان کا درجہ بلند فرمائے۔

أتته المنايا حين تمّ تمامه * وأقصر عنه كل قرن يطاوله

وكان كليث الغاب يحمى عرينه * وترضى به أشبالها وخلائله

غضوب حليم حين يطلب حمله * وسمّ زعاف لا تصاب مقاتله

''اسے موت اس وقت آئی جب اس کا وقت پورا ہو چکا* اور اس سے مقابلہ کرنے والے اس کے مدمقابل موجود تمام ہم پلہ اس کا سامنے آنے سے کترانے لگے وہ جنگل کے شیر کی طرح اپنے کچھار کی حفاظت کرتا تھا* اور اس کے بہادر بیٹے اور دوست اس سے خوش وخرم تھے وہ غصہ ور اور بردبار تھا کہ جب اس سے بردباری کا تقاضہ کیا جاتا* اور قتل کرنے کے وقت ایسا وار کرنے والا تھا کہ جسے لگتا وہ زخمی بھی نہیں ہوتا (یعنی فوراً ہی مرجاتا)۔''

ہم یہاں اس موقع پر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور حکیم الامت شیخ ایمن الظواہری حفظہم اللہ، امت اسلامیہ سے عموماً اور مجاہدین سے خصوصاً ان کے بیٹے حکیم اللہ محسود کی شہادت سے پہنچنے والے صدمہ اور تکلیف پر تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے۔

دنیا بھر میں دشمنان اسلام کے لیے ہمارا پیغام یہ ہے کہ اللہ کا دین غالب آ کر رہے گا، اگرچہ اس کیخلاف تمہاری تمام قوتیں مل کر ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں ہیں اور اسلام کے قائدین اور نوجوانوں کو شہید کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی خاطر کوشاں ہی کیوں نہ ہیں۔

ایسا اس وجہ سے ہوگا کیونکہ ان شہداء کا خون آگ اور روشنی ہے کہ جو اندھیروں میں سفر کرنے والوں کے لئے روشنی فراہم کرتا ہے جبکہ اس کی آگ دشمنانِ دین کو جلا کر بھسم کرنے کا باعث بنتی ہے۔

وقت نے بھی تمہارے سامنے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے قائدین کی شہادت ہمارے لیے دین کو مضبوطی سے تھامنے میں مزید پختہ ارادے کے ساتھ پرعزم ہونے اور مسلمانوں کے دشمنوں کا مقابلہ دلیری سے کرنے میں مزید شدت اختیار کرنے کا باعث بنتی ہے۔

سو (ہم میں سے) جیسے ہی کوئی ایک قائد شہید ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ پر اس انداز میں کھڑا ہو جاتا ہے کہ گویا کہ یہ وہی پہلا والا ہی ہے۔

اللهم انصرنا ولا تنصر علينا وامكر لنا ولا تمكر علينا، اللهم اجعلنا لك مطواعين، لك رهّابين، إليك منيبين أوّابين، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف المرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

اے اللہ! ہماری مدد فرما اور ہمارے خلاف مدد نہ کر، ہمارے لیے تدبیر چل اور ہمارے خلاف تدبیر نہ چل۔ اے اللہ! ہمیں صرف تیرا فرمانبردار رہنے والا بنا دے، جو صرف تجھ ہی سے لو لگانے والے اور تیری ہی طرف رجوع کرنے والے ہوں۔ ہماری آخری بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود وسلام ہو تمام پیغمبروں کی سب سے زیادہ برگزیدہ ہستی جناب محمد ﷺ، آپ کے آل پر اور آپ کے تمام ساتھیوں پر۔

تنظیم القاعدۃ الجہاد برائے جزیرۂ عرب کا قائد حکیم اللہ محسود کی شہادت پر تعزیتی بیان

الحمد اللہ القائل (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) ولصلاة والسلام على رسول الله القائل: لوددت أن أغزو فأقتل ثم أغزو فأقتل..) وبعد:

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھوں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں''۔ درود وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر کہ جنہوں نے فرمایا: ''کہ میری بڑی آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں پھر قتل کیا جاؤں، پھر لڑوں پھر قتل کیا جاؤں''۔ اما بعد: ہمیں نہایت غم اور افسوس کے ساتھ قائد حکیم اللہ محسود کا اپنے چند مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھوکہ دہی پر مبنی امریکی حملے میں قتل کیے جانے کی خبر موصول ہوئی ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ان تمام مقتولین کو شہداء کے زمرے میں شامل فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

بقیہ صفحہ 41 پر

شام: انسانی المیوں کی سرزمین

عبید الرحمٰن زبیر

مظلومیت کی مثالیں،شام میں جابجادیکھی جا سکتی ہیں!

بشار قصائی کی خون آشام فطرت اور حیوانیت کا شکار شام کے مسلمانوں کا قتل عام کو دنیا بھر کا دجالی میڈیا civil war ہی کے طور پر دیکھتا ہے......اور مسلمانوں کے ''امن پسند'' طبقات اسے ''فرقہ ورانہ لڑائی'' ہی سمجھتے ہیں...... یہ بدترین خون ریزی اور تاریخ کے سفاک ترین مظالم ''انسانیت پرور'' دنیا کی نظروں سے صرف اس لیے اوجھل ہیں کہ ان کو سہنے والے مسلمان ہیں......اگر اس سے لاکھوں گنا کم آفت کسی کافر پر ٹوٹتی تو مشرق سے مغرب تک چہار جانب سوگِ مرگ کی کیفیت پیدا ہوجاتی......حتیٰ کہ آج اگر کسی جانور پر بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو ''حیوانی حقوق'' کی تنظیمیں لاکھوں ڈالر ''جانوروں کی بہبود'' کے لیے وقف کردیتی ہیں...... جب کہ یہاں مسلمان کٹ بھی رہے اور بھوک پیاس سے بھی جاں بلب ہیں لیکن کسی کی ادنیٰ توجہ کے مستحق قرار نہیں پا رہے! دمشق کے نواح میں واقع پناہ گزینوں کے 'کیمپ یرموک' ہی میں بے شمار المیے انسانیت کا منہ چڑا رہے ہیں......اسی کیمپ سے موصول ہونے والی ایک تصویر میں سر سے پاؤں تک پردہ میں ملبوس ایک خاتون سردی سے ٹھٹھر رہی ہے، اسی حالت میں اُس نے اپنے شیر خوار بچے کو اپنی بانہوں میں لے رکھا ہے، اور اپنے جسم کی رہی سہی حرارت سے ٹھنڈ سے نیلے پڑتے بچے کو ''گرمانے'' کے لیے اُسے اپنی سینے سے بھینچ کر سربسجود ہے، یہاں تک کہ اسی حالت میں دونوں ماں بیٹے کے وجود سردی سے اکڑ جاتے ہیں اور اُن کے جسم و روح کا تعلّق ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جاتا ہے......ایک اور تصویر میں بھوک کی شدت سے نڈھال ایک نونہال اپنے گردونواح سے جھاڑیاں اور گھاس پھوس جمع کر کے ایک ڈھیر بناتا ہے اور اسی سبزے کو اپنے پیٹ میں انڈیلتا ہے...... جب کہ دوسری جانب صرف ایک قطری شہزادہ ۳۵ لاکھ ڈالر مالیت کی گاڑی میں سفر کرتا ہے، ایک سعودی شہزادہ ولید بن طلال امریکی مجلّے 'فوربس' پر صرف اس لیے مقدمہ کروا دیتا ہے کہ مذکورہ رسالے نے دنیا بھر کے ارب پتیوں کی فہرست بناتے ہوئے اس کی دولت نو ارب ساٹھ کروڑ ڈالر کم دکھائی اور اسے ۲۰ ارب ڈالر کا مالک دکھا کر ارب پتی افراد کی فہرست میں چھبیسویں مقام پہ ظاہر کیا ہے...... یہ تو محض دو مثالیں ہیں وگرنہ امت مسلمہ کی گردنوں پر مسلط 'طبقہ مترفین' کی عیاشیوں اور شہ خرچیوں کی تفصیل بیان کرنے کو کوئی ایک دفتر درکار ہیں......ایسے میں شامی مسلمانوں کی بے کسی اور ان خائن امرا کی عیش کوشیوں کو دیکھ کر الفاظ ناپید اور قلم بے بس ہوجاتا ہے کہ اس درجے کی بے حسی، غفلت شعاری اور مست مدامی کو کیا کہا اور لکھا جائے!

رافضیت کا مکروہ چھرہ:

ترک خبر رساں ایجنسی 'آناتولی' نے بشار قصائی کی مختلف جیلوں میں قید گیارہ ہزار قیدیوں پر بہیمانہ تشدد کی ۵۵ ہزار سے زائد تصاویر جاری کی ہیں......ان گیارہ ہزار قیدیوں کو بدترین تعذیب وتشدد کے نتیجے میں شہید کردیا گیا......ان تصاویر کے متعلّق یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صرف وہ تصاویر ہیں جنہیں ''دیکھنے کے قابل قرار دیا گیا'' ہے......ان کے علاوہ ہزاروں تصاویر ایسی ہیں جنہیں ''مضبوط دلوں'' والے بھی دیکھنے کا یارا نہیں رکھتے......

یہ تصاویر شامی ملٹری پولیس میں تیرہ سال نوکری کرنے والے ایک اعلیٰ فوجی اہل کار نے فراہم کیں......ان تصاویر میں بعض زیر حراست افراد کی آنکھیں نہیں ہیں، بعض کو گلا گھونٹ کر شہید کیا گیا تھا یا اُنہیں بجلی کے جھٹکے دیے گئے تھے، ہاتھ پاؤں کے ناخنوں کو اکھیڑ دیا گیا تھا، رسیوں میں جکڑ کر آہنی سلاخوں سے پیٹا گیا تھا، اُن کے جسموں کو جگہ جگہ سے داغا گیا تھا، جسموں کی کھال کو مختلف جگہ سے نوچا اور کاٹا گیا تھا، اُن کے مختلف اعضا کو جسم سے الگ کیا گیا، بے بس و بے کس اجسام کو اُدھیڑ ڈالا گیا، بھوک و پیاس سے بے حال و بے جان مسلمانوں کو چرکے لگائے گئے اور انسانیت سوزی کے ایسے شواہد سامنے آئے جنہیں دیکھ کر کفار تک کے کلیجے منہ کو آگئے......اور اُنہوں نے بشار کے جنگی جرائم کی ثبوت کے طور پر صرف اِنہی تصاویر کی مدد سے ۳۱ صفحات پر مشتمل رپورٹ تیار کی جسے بین الاقوامی جنگی ٹریبونل میں پیش کیا جائے گا!

کفار تک تو بشار قصائی کی درندگی اور وحشت کے یہ مناظر پہنچے اور اُن کے ''جذبۂ انسانی حقوق'' کو ٹھیس پہنچانے کا سبب بنے لیکن امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اپنے بھائیوں پر توڑے جانے والے ان مظالم سے بے خبر ہی رہی......قیدیوں پر توڑے جانے والے یہ ستم دراصل رافضیت کی دینِ اسلام سے ازلی عداوت اور قلبی کدورت کی جھلکیاں ہیں......ان مظالم کی تصاویر اور ویڈیوز انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں جنہیں دیکھ کر ''شیعہ سنی بھائی بھائی'' کے نعرے لگانے والوں پر اتمام حجت ہوجاتی ہے اور ''اتحاد بین المسلمین'' کی آڑ میں شیعوں کے لیے ہمدردیاں سمیٹنے والوں کی مہم ناکام ٹھہرتی ہے......ان تصاویر اور ویڈیوز کو درج ذیل ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

http://vid.alarabiya.net/2014/01/20/images21/jails21-vuideo.mp4

http://www.dailymail.co.uk/news/article-2543050/
Military-photographer-smuggles-55-000-
torture-photos-Syria.html

عصمتوں کے لٹیرے:

رافضی شیطان' اہل ایمان کی جانوں ہی کے دشمن نہیں بلکہ وہ اُن کی عصمت وعفت کے بھی بیری ہیں......شام میں اب تک ہزاروں مسلمان خواتین' شیعوں کی درندگی کا شکار ہو چکی ہیں......اب نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ ۲۸ جنوری کو بشار قصائی کے سرکاری مفتی اعظم عبدالرحمٰن علی الدالانے فتویٰ دیا کہ ''نصیری فوج کے لیے باغی جنگ جوؤں کی بیویوں، بہنوں اور ماؤں سے ''شادی'' کرنا بالکل جائز ہے اور اس عمل میں کوئی شرعی و قانونی قباحت نہیں ہے......یہ سب باغیوں کے لیے حکومتی رٹ سے انکار کرنے کی سزا ہے اور باغیوں کے خلاف جنگ میں حکومتی فورسز کا اہم ہتھیار ہے''......رافضی شیطانوں نے درندگی کا اظہار ۶ دسمبر کو'النبک' شہر میں کیا جہاں بشار کی حمایت میں لڑنے والے ''الذوالفقار'' نامی عراقی شیعہ گروپ نے عام مسلمان آبادی پر چڑھائی کر دی۔ جہاں ان خبثا نے عام آبادی کا سفاکانہ قتل عام کیا اور سیکڑوں مسلمان خواتین کی عصمتیں پامال کیں......

حزب الشیطان کی جنگ:

بشار قصائی کے ان مظالم کے پیچھے دنیائے رافضیت پوری قوت سے موجود بھی ہے اور اپنے عسکری لشکروں سمیت اُس کی ظالمانہ جنگ لڑنے کی تگ ودو بھی کر رہی ہے۔ برطانوی اخبار گارجین نے لبنان کی حزب الشیطان کے متعلق لکھا ہے کہ ''شام میں بشار الاسد کی فوج جنگ ہار رہی تھی، جسے اب لبنانی تنظیم حزب اللہ لڑ رہی ہے۔حزب اللہ کے ذمہ داران بشار کے تمام مخالفین کو تکفیری قرار دیتے ہیں۔گزشتہ ۳ ہفتوں کے دوران میں حزب اللہ کے اراکین حلب شہر کے مضافات میں ایرانی فوج اور ایک شیعہ تنظیم ابوالفضل العباس کے جنگ جوؤں کے ہمراہ تعینات ہیں۔حزب اللہ دمشق کے شمال مغرب میں واقع القلمون کے پہاڑوں کی لڑائی میں بھی پیش پیش ہے،القاعدہ کے عسکریت پسندوں کی اس لڑائی میں فتح کی صورت میں اُنہیں شام کے تیسرے بڑے شہر حمص تک رسائی حاصل ہو جائے گی''۔

بشار کے لیے کفر کی مکمل پشت پناہی:

دنیائے اسلام میں جہاں کہیں رافضی فتنہ سرگرم عمل ہوگا وہاں اُسے عالمی کفر کی مکمل حمایت اور تائید حاصل ہوگی......یہ ایسی تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار ناممکن ہے......آج بھی کفر کے امام ہر محاذ پر روافض کی پشت پناہی کر رہے ہیں......مغربی کفار اور امریکہ خاموش انداز میں اس سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہے......خود کو'امنِ عالم' کا ٹھیکے دار قرار دینے والے ان کفار کے پاس تین سالوں سے بشار کے ظلم وجور کا شکار شامی مسلمانوں کے لیے محض طفل تسلیاں اور زبانی جمع خرچ ہی ہے......وہ بشار قصائی کے خلاف عملی کارروائی کرنے کی دھمکیاں ہی دیتے چلے آرہے ہیں اور بشار ہے کہ اہل ایمان پر عرصۂ حیات کو مسلسل تنگ کیے ہوئے ہے......ان دکھاوے کی دھمکیوں کے برعکس حقیقی صلیبی کردار یہ ہے کہ دسمبر ۲۰۱۳ کے اوائل میں ۲۰۰۹ تک سی آئی اے کے سربراہ رہنے والے مائیکل ہائیڈن نے ایک کانفرنس میں کفر کے منصوبہ کا خاکہ ان الفاظ میں بیان کیا کہ ''ہمیں یہ جنگ بشار الاسد ہی کو جتوانی ہے''......۷ اگست ۲۰۱۳ء کو'وال اسٹریٹ جرنل' کو انٹرویو میں سی آئی اے کے نائب سربراہ مائیکل مورل نے کہا کہ ''بشار کا تختہ الٹنے کی صورت میں شام القاعدہ کی آماجگاہ میں تبدیل ہو جائے گا۔بشار کی حکومت کا خاتمہ القاعدہ کی فتح کے مترادف ہوگا''۔یہی وجہ ہے کہ بشار قصائی کی جانب سے کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کے بعد'دنیا کے دکھاوے کے واسطے صلیبی بحری بیڑوں نے شام پر حملے کے لیے ''پیش قدمی'' شروع کی لیکن بشار کے اس وعدے پر کہ ''وہ کیمیائی ہتھیار مغرب کے حوالے کر دے گا'' اُسے کھلی چھوٹ دے دی گئی......اب یہ خبریں آرہی ہیں کہ بشار نے محض ۵ فی صد کیمیائی ہتھیار مغرب کے حوالے کرنے کے بعد مزید ۹۵ فی صد کی حوالگی سے انکار کر دیا ہے......

مغربی کفار کی درپردہ حمایت کے ساتھ ساتھ'اشتراکی کفر' کی کھلم کھلا مدد بھی بشار کو حاصل ہے......روس، چین اور کوریا بشار حکومت کو بچانے کے لیے اُن کے ساتھ کھڑے ہیں۔جنوری کے وسط میں روس نے بشار کو مجاہدین سے لڑنے کے لیے جدید ترین اسلحہ کی فراہمی میں اضافہ کیا۔روس نے بشار کو جو سامانِ حرب مہیا کیا اُس میں جدید فوجی گاڑیاں، ریڈار سسٹم، ڈرون طیارے، گائیڈڈ میزائل شامل ہیں جب کہ روسی خفیہ اداروں کے اہل کار ڈرون طیاروں کے ذریعے شام میں مجاہدین کے اہم ٹھکانوں کی معلومات حاصل کرنے، مجاہدین کی صلاحیتوں کا اندازہ لگانے اور فضائی بمباری کرنے میں نصیری فوج کی مدد کر رہے ہیں۔

'کلمہ گو' طواغیت کا کردار:

ایک جانب عالمی کفر'اہل ایمان کی قتل وغارت گری کرنے میں روافض کے شانہ بشانہ کھڑا ہے جب کہ دوسری جانب امت مسلمہ پر مسلط ''کلمہ گو'' حکمران مجاہدین سے خیانت میں کسی سے پیچھے نہیں......گزشتہ سال کے آخری مہینے تک ترکی نے ۱۱ ہزار ایسے مسلمانوں کو ڈی پورٹ کیا جو یورپ سے تعلق رکھتے تھے اور ترکی کے راستے شام میں داخل ہو کر جہادی تحریک سے وابستہ ہونا چاہتے تھے۔ترک حکومت نے جرمنی، بیلجیئم، فرانس، برطانیہ، ڈنمارک اور ہالینڈ وغیرہ کو ان کے شہریوں کی ملک بدری سے متعلق پیشگی آگاہ کیا اور ترک خفیہ اداروں نے ان مجاہدین کو مختلف آپریشنز میں گرفتار کر کے صلیبی ممالک کے حوالے کیا۔اسی طرح ۲۹ جنوری کو ترک وزیراعظم طیب اردگان نے ایران کا دورہ کیا جہاں ایرانی صدر حسن روحانی سے ملاقات میں دونوں ''رہ نماؤں'' نے ''دہشت

گردی' کے خلاف مشترکہ جدوجہد کا عزم کیا......اسی دورہ کے دوران میں اردگان' خامنائی سے بھی "رازونیاز" کرنے کی خاطر ملا......رافضی ایران کی افواج تو شام اور عراق میں "دہشت گردی" کے خلاف سرگرم عمل ہیں، اب ترکی بھی ایران کے ساتھ اس صف میں شامل ہوا چاہتا ہے......ایک جانب تہران میں یہ ملاقات جاری تھی جب کہ اسی دوران میں ترک جنگی طیاروں نے شام کی سرحد پر ایک جہادی قافلے پر بم باری کی، ایف ۱۶ طیاروں کے اس حملے کا ہدف شیخ ابوعمر الشیشانی حفظہ اللہ تھے، اللہ تعالیٰ نے شیخ ابوعمر کو اپنی حفاظت میں رکھا جب کہ ایک اور مہاجر مجاہد ابوجعفر داغستانی اس فضائی حملے میں شہید ہوگئے۔ یہ حملہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ اب ایران اور حزب الشیطان کے بعد ترک افواج بھی بشار قصائی کی مدد کے لیے آچکی ہیں......

اسی طرح اردن کی افواج نے اسرائیل اور امریکہ کے باہمی تعاون سے شام کے جنوبی حصوں سے ملحقہ اردن اور اسرائیل کی سرحدوں کو "محفوظ" بنانے کے لیے عسکری منصوبہ ترتیب دے چکی ہے......جس کے مطابق جنوبی شام سے مجاہدین کا اردن اور اسرائیل کی سرحدوں میں اثرونفوذ روکنے کے لیے اقدامات اٹھائے جارہے ہیں۔ جن میں سرحدوں پر مشترکہ فوجی گشت، فوجی چوکیوں میں اضافہ اور سرحدی رکاوٹیں کھڑی کرنے جیسے اقدام شامل ہیں......

جزیرۃ العرب پر قابض آل سلول اہل اسلام سے خیانت میں کیونکر پیچھے رہ سکتی ہے......سعودی حکمرانوں نے لبنان کو شامی مجاہدین کے حملوں سے دفاع کے لیے تین ارب ڈالر کی فوجی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے......اس بات کا اعلان لبنانی صدر میشال سلیمان نے ۲۹ دسمبر ۲۰۱۳ء کو کیا۔ اس نے کہا کہ "لبنان کی تاریخ میں مسلح افواج کو کسی دوسرے ملک سے ملنے والی یہ سب سے زیادہ رقم ہوگی"۔ یہ رقم صرف اور صرف فوج کے استعمال میں لائی جائے گی......لبنان کے سنّی عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ شیخ احمد الاسیر دوٹوک الفاظ میں کہتے ہیں کہ "لبنان کی مسلح افواج کو حزب الشیطان کے احکامات کے تحت ہی چلایا جاتا ہے"......اب اس امر کی مزید کیا وضاحت کی جائے کہ آل سلول کی جانب سے دی جانے والی تین ارب ڈالر کی امداد کہاں اور کن کے خلاف استعمال کی جائے گی!

مجاهدین کی عملیات:

مجاہدین محض اللہ رب العزت پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے تحریک جہاد کو شام کی مبارک سرزمین میں بپا کیا ہوئے ہیں۔ حالات کی مشکلات اپنی جگہ لیکن آزمائشوں پر صبر کی توفیق کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ مجاہدین کے نشانوں میں برکت بھی عطا فرمار ہا ہے اور ان کے ہاتھوں نصیری فوج، حزب الشیطان اور رافضی غنڈوں کو سبق بھی سکھلا رہا ہے۔ شام کی سرزمین پر مجاہدین روزانہ کی بنیاد پر عسکری عملیات ترتیب دیتے ہیں اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب اللہ کے یہ مجاہد بندے دشمن کو فدائی عملیات اور دیگر کارروائیوں کے نتیجے میں شدید نقصان نہ پہنچاتے ہوں......ہمارے پاس ان معرکوں میں سے جن کے متعلق مصدقہ اطلاعات موصول ہوتی ہیں اُن کی تفصیل بیان کردی جاتی ہے:

۳ جنوری کو حلب کے العلی گاؤں میں مجاہدین نے گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۹ نصیری فوجی مردار ہوئے۔ ۴ جنوری کو حماہ شہر میں مجاہدین نے التناھج چوکی کو آزاد کروالیا، جب کہ دو ٹینک غنیمت ہوئے اور متعدد رافضی فوجی مردار ہوئے۔ ۱۳ جنوری کو حمص کے الکافات علاقے میں ایک مجاہد عثمان الألمانی نصیری فوجیوں کے ایک ٹھکانے پر استشہادی حملہ کیا، اس فدائی کارروائی میں ۵۰ نصیری فوجی مارے گئے۔ ۱۴ جنوری کو جنوبی دمشق میں مجاہدین نے حملہ کرکے ابوالفضل بریگیڈ کے پچاس روافض کو جہنّم واصل کردیا۔ ۱۵ جنوری کو حماہ شہر میں مجاہدین نے حملہ کرکے ایک سیکورٹی چیک پوائنٹ کو تباہ کردیا، اس کارروائی میں ایک نصیری ٹینک تباہ اور ایک بطور مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ ۱۶ جنوری کو جنوبی دمشق میں داریا کے مقام پر مجاہدین نے ایک جنگی جہاز مار گرایا۔ ۱۱۶ جنوری کو مجاہدین نے دمشق میں بیرل بم گرانے والا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ ۱۶ جنوری کو معرکۃ اللہ اعلیٰ واجل کو جاری رکھتے ہوئے مجاہدین نے اپنے حملوں میں مرج شہر میں ۵۰ رافضی فوجیوں کو مردار کردیا اور ایک ٹینک بھی تباہ کیا۔ ۲۵ جنوری کو رأس العین میں مجاہدین نے المناجیر اور السودۃ گاؤں کو ppk کے جنگ جوؤں سے آزاد کروا لیا۔ ۲۶ جنوری کو جنوبی دمشق میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف "معرکۃ احدی الحسنیین" کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں غندور چوکی پر استشہادی حملہ کیا گیا، جس میں ۳۰ نصیری فوجی مارے گئے۔ ۲۶ جنوری کو حماہ شہر کے جنوبی علاقے میں واقع سر تحسین چوکی پر استشہادی حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے ۱۰۰ سے زائد نصیری فوجی ہلاک ہوئے۔ ۲۷ جنوری کو مجاہدین کی کاررواہی میں جنوبی حلب میں شیعوں کا ایک ٹینک تباہ ہوا اور ۱۰ نصیری فوجی ہلاک ہوئے۔

مجاہدین کی تمام تر کارروائیوں کی کامیابی محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل کی مرہون منت ہے......دل شکن حالات اور مصائب وآلام کے مسلسل آزار میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو مجاہدین کو صبر واستقامت کی توفیق دیتے ہوئے اپنے دشمنوں کے مقابلے میں کم ہمتی دکھانے سے بچائے رکھتی ہے......اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے اور ساتھ ہی اُس پر کامل بھروسہ رکھا جائے کہ وہ مجاہدین کے حق میں اپنی اس نعمت کا اتمام کرکے رہے گا......بے تحاشا رنج والم کے ذریعے ہی وہ صابرین کو پرکھتا ہے، تب ہی اُس کی کامل فتح ونصرت ان صابرین کے لیے اترا کرتی ہے......پس اُس کی رحمت کے آثار ہی بتاتے ہیں کہ رات ڈھلنے کو ہے اور ظلم واستبداد کے سیاہ بادل چھٹنے کو ہیں! ان تاریک اندھیروں کے عقب سے شریعتِ اسلامیہ کی حاکمیت کی مبارک کرنیں (باذن اللہ) اپنی ضوفشانیوں سے چہارسو منور کرکے رہیں گی......تب 'یرموک وزعتری' کے مظلوم و مقہور مسلمان بھی انصاف پائیں گے اور صلیبی ورافضی قوتیں بھی نابود ہوں گی......

☆☆☆☆☆

میڈیا کا بے لگام گھوڑا

اوریا مقبول جان

تقریباً ایک سوسترہ سال قبل پوری دنیا پر حکومت کرنے کا منصوبہ ان لوگوں کی نظر میں ایک خواب نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی، جسے ایک دن پورا ہونا تھا۔ایک ہزار سال تک دنیا بھر میں دربدر رہنے والی اس قوم کے تین سو کے قریب دانشور، مفکر، فلسفی اور ان کے مذہبی پیشوا، جنہیں ''ربیٰ'' کہا جاتا ہے سوئزرلینڈ کے شہر ''بال'' میں جمع ہوئے۔ان دانشوروں کا ہدف صرف ایک تھا کہ اس دنیا پر محسوس اور غیر محسوس طریقے سے کیسے مکمل طور پر اختیار حاصل کرنا ہے۔ان سب نے مل کر ایک حکمتِ عملی ترتیب دی جسے آج دنیا ''پروٹوکولز'' (protocols of the Elders of Zion) کے نام سے جانتی ہے۔یہ ایک خفیہ دستاویز تھی جس کا ایک نسخہ خفیہ تنظیم فری میسن کی ایک اعلیٰ عہدیدار خاتون کے گھر سے چوری ہوگیا اور ۱۹۰۲ء میں اس کے کچھ حصے روس کے دو اخباروں نے شائع کردیے۔اس کے بعد ۱۹۰۵ء میں یہ ایک کتابی شکل میں سامنے آگئی۔اس سے قبل ۱۹۰۳ء میں اس کتاب کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہوچکے تھے۔جب یہ دستاویز منظرعام پر آئی تو عام طور پر لوگ اسے دیوانے کا خواب سمجھتے تھے۔کچھ بڑے بڑے عیسائی پادری اسے عیسائیت کے خلاف ایک سازش بھی گردانتے تھے۔آج تک ان پروٹوکولز کے بارے میں بحث جاری ہے۔کوئی اسے یہودیوں کے خلاف ایک سازش قرار دیتا ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر ان کا یورپ اور خصوصاً جرمنی میں قتل عام کیا گیا، کیونکہ جب جرمنی کا جمہوری رہنما ''ہٹلر'' عوام کی واضح اکثریت سے جیت کر برسر اقتدار آیا تو ۱۹۳۳ء میں اس نے دستاویز کو جرمنی کے سکولوں میں پڑھانے کے لئے لازمی قرار دے دیا، لیکن اس سے مختلف ایک رائے یہ ہے کہ یہودیوں نے ایک ہزار سال کی دربدری سے تنگ آکر اپنے دفاع کے لیے اکٹھے ہونے اور دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھے اور ان کی تعبیر ڈھونڈی۔عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ اجلاس ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء میں منعقد ہوا تھا، جس میں دنیا پر محسوس اور غیر محسوس طریقے سے غلبے کا خواب یا حکمت عملی مرتب کی گئی تھی اور طے کیا گیا تھا کہ ایک سو سال کے اندر ہم اپنے ہدف کو پورا کرلینا ہے۔آج کی دنیا یعنی سو سال بعد ۱۹۹۶ء یا ۱۹۹۷ء کی دنیا ہم سب کے سامنے ہے اور تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی کتنی آسانی سے اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ آج پوری دنیا پر ایک غیر محسوس اور محسوس طریقے سے یہود کا قبضہ مکمل ہوچکا ہے۔اس لیے وہ تصور کہ یہ دستاویز جعلی اور من گھڑت تھی اور اسے روس اور جرمنی کے یہود دشمن طبقات نے ان کے قتل عام کا بہانہ بنانے کے لئے تیار کیا تھا، اب دم توڑ چکا ہے اور آج کی دنیا اس بات پر تحقیق کر رہی ہے کہ یہ منصوبہ ساز ذہن کس بلا کے تھے اور انہوں نے ایک طویل مدتی حکمت عملی کو کیسے قابل عمل بنایا اور کس طرح اس پر عمل درآمد کیا۔ اس دستاویز میں کل چوبیس پروٹوکول ہیں۔ہر ایک پروٹوکول ایک علیحدہ شعبے کے بارے میں علیحدہ دستاویز ہے۔پہلا پروٹوکول بنیادی نظریے کی وضاحت کرتا ہے اور دوسرا پروٹوکول اس حکمت عملی کی بنیادی تصور (Outline) بناتا ہے اور ان اداروں کا ذکر کرتا ہے جن کو ہاتھ میں لے کر دنیا کا اقتدار حاصل کرنا ہے۔اس دوسرے پروٹوکول میں سب سے زیادہ ذکر پریس اور میڈیا کا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: ''آج کے دور میں ریاستوں کے پاس ایک ایسی قوت ہے جو لوگوں کے ذہنوں میں خیالات پیدا کرتی اور انہیں آگے بڑھاتی ہے۔یہ پریس کی قوت ہے۔پریس کا اصل کردار یہ ہے کہ ناگزیر ضروریات کی نشاندہی کرتا ہے، عوام کی شکایات اور تکالیف کو سامنے لاتا ہے۔یہ بے اطمینانی اور بے چینی کی فضا بھی پیدا کرتا ہے اور اس کی تشہیر بھی کرتا ہے۔یہ پریس ہی تو ہے جس کے ذریعے آزادی تقریر کا عملی اظہار ہوتا ہے۔غیر یہودی ریاستیں چونکہ اس طاقتور حربے کے استعمال سے ناآشنا اور بے بہرہ ہیں، لہٰذا یہ طاقت کلی طور پر ہمارے ہاتھ آچکی ہے۔پریس کی وجہ سے ہم خود پس پردہ رہ کر غیر یہود عوام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔اسی کے ذریعے ہم سونے جیسی قیمتی دھات پر قابض ہوئے ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ اسے اصل کرنے کے لئے خون اور آنسوؤں کے سمندر سے گزرنا پڑا ہے، اپنے بہت سے عزیزوں کی قربانی دی ہے، لیکن اس سے ہمیں بے بہا فائدہ بھی پہنچا ہے۔یاد رکھے کہ ہمارا ہر فرد ظلم وستم کا نشانہ بنا ہے۔خدا کی نظروں میں ہمارا ایک فرد ہزار غیر یہودی افراد کے برابر ہے''۔

میڈیا اور اس کے ذریعے دنیا کی تسخیر ایک ذریعہ ہے جسے پروٹوکول کے ابتدائیہ ہی میں تسلیم کرلیا گیا تھا۔لیکن بارہواں پروٹوکول مکمل طور پر پریس کی طاقت اور قوت کے استعمال کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے۔

یہاں اس باب میں درج اہم سطور دیکھے اور حیران رہ جایئے کہ ایک صدی پہلے دیکھا جانے والا یہ خواب اب کیسے حقیقت بن چکا ہے: ''ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے، ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا موثر اور طاقت ور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو موثر ڈھنگ سے لوگوں کو بتا سکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل چھوڑیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر لوگوں تک پہنچ سکے۔ہمارے قبضے میں ایسے اخبارات ورسائل ہوں گے جو مختلف گروہوں کی تائید وحمایت حاصل کریں گے۔خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی علمبردار ہوں یا انقلاب کی داعی۔

بقیہ صفحہ 31 پر

جہاد

جہاد اسلام کو چوٹی پر لے جانے والی واحد سبیل اور مسلمانوں کی ترقی کا واحد ضامن ہے ۔یہود اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں ،یہود کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر ازخود پیدا شدعزمِ جہاد کا رخ پھیر کرانہیں غیر حقیقی میدان کارفراہم کر دیا جائے ۔ یہ میدان کار بظاہر حقیقی اور مفید لیکن درحقیقت فرضی اور قطعاً غیر مفید ہو۔ ریگولر، سیکولر قطعاً نہ ہوMegalothymia مغربی اصطلاح میں تعمیر ہو تخریبی نہ ہو۔یعنی اس کے نتیجے میں امت مسلمہ اپنی مرضی سے ہنسی خوشی ،فکری اور علمی بحث ومباحث وتبادلۂ خیال کرنے لگے ۔اس کو عظیم کارِ خیر تصور کرے ۔عصری تعلیمی ترقی کے لئے کوشاں ہو جائے ۔مسنون اعمال کو زندگی کا جز بنانے کے بجائے اسلام کو مغربی تہذیب سے زیادہ سود مند اور کار آمد ثابت کرنے کی کوشش میں لگی رہے ۔علمی اداروں ،تحقیقی ،صنعتی ،اور فنی اداروں کے قیام کی طرف متوجہ ہو جائے اور علمی ،تحقیقی ،صنعتی ،فنی اور مالی صلاحیتوں کے بڑھانے میں ایسی مشغول ہو جائے اور ان میدانوں میں مغرب کی ترقی تک پہنچنے اور اس سے آگے نکلنے میں اتنی مستغرق ہو جائے کہ اسے جہاد کے ذریعے حاصل ہونے والی بے مثال ،تیز رفتار اور ہوش ربا ترقی کا خیال ہی نہ رہے ۔وہ مغرب کا پیچھا کرتے کرتے سرگرداں پھرے اور اللہ رب العالمین نے اس کو مغرب کی ہوش ربا ترقی اور حیران کن مادی طاقت پر غلبے کا جو بے بہا نسخہ دیا ہے اس سے غافل رہے ،اس کی تنقیص کرے ،تردید کا ارتکاب کرے حتیٰ کہ ''فرار من الزحف ''یا ''تولّی الادبار '' [جہاد سے پیٹھ پھیر کر دوسری چیزوں میں فلاح ونجات تلاش کرنا] کی مرتکب ہو کر اللہ تعالیٰ کے غضب وانتقام کا شکار ہو جائے ۔

یاد رکھیے !بے مقصد اور بے سطحی علمی تحقیق ،سائنس وٹیکنالوجی میں نام نہاد پیش رفت وغیرہ یہ سارے امور یہودیت کی اصطلاح میں ''تعمیری'' ہیں ۔ان سے بلا واسطہ یا بالواسطہ یہودیت کو استحکام نصیب ہوتا ہے اور ان کے خطرے کم ہو جاتے ہیں یا اگر خطرے پیدا ہوں بھی تو یہودیت اس کے کنٹرول پر پوری طرح قادر ہے ۔لہٰذا وہ اس کے لیے عالمِ اسلام کو مشاورت ،تکنیکی معاونت اور فنڈ فراہم کرنے پر بھی تیار ہوتے ہیں ۔نام نہاد اسلامک انسٹیٹیوٹ اور ریسرچ سینٹرز کا قیام ان کیلئے نہایت اطمینان کا باعث ہے ۔البتہ جہاد کا نام لینے والوں کا دانہ پانی بند کرنے سے کم وہ کسی چیز پر اکتفا نہیں کریں گے ۔یہودیت کے نزدیک ''تخریبی امور'' سے مراد جہاد ہے ۔جہاد وہ عمل ہے جس سے یہودیت بدحواس ہو جاتی ہے ۔قوم یہود کے حواس اس سے مختل ہو جاتے ہیں ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تعمیری امور کو کنٹرول کرنے کیلئے ان کے پاس میکانزم ہے ۔جہاد کو کنٹرول کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی میکانزم نہیں ۔سوائے اس کے کہ وہ دشمن کا (over Kill) بے تحاشہ قتل کریں ۔لیکن وہ جانتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے ،یہ ان کے بس کی چیز نہیں ،مجاہدین ان کے لئے ہمیشہ مشکل بلکہ ناممکن ہدف ثابت ہوئے ہیں ۔نیز بے تحاشا جان لینا ان کے مسائل میں اضافہ کرتا ہے کمی نہیں . . . . جبکہ مسلمانوں کو جدید ٹیکنالوجی کے حصول میں مصروف کر کے خود اونچی چھوٹی پر کھڑے ہو کر ان کی بے بسی کا تماشا دیکھنا ان کے لئے نہایت فرحت بخش عمل ہے ۔ان کو پتا ہے کہ وہ اس میدان میں اتنے آگے ہیں کہ ساری مسلمان حکومتیں مل کر بھی ان کے پائے کا ایک تعلیمی ادارہ بنا سکی ہیں نہ ان کے تیار کردہ سائنس دانوں جیسے سائنس دان تیار کر سکی ہیں ۔لہٰذا اس میدان میں ہماری کچھوے کی چال والی ترقی سے انہیں کوئی خطرہ نہیں ۔البتہ یہودیت زدہ مغربی دنیا جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا کوئی متبادل نہیں رکھتی ۔۔ یہ چیز ربّ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بخشی ہے ۔اور اس کا کوئی توڑ یہودی سائنس دانوں اور مغربی تھنک ٹینکس کے پاس نہیں ۔لہٰذا مسلمانوں کی بقا و فلاح اس میں ہے کہ اپنی نئی نسل میں جذبہ جہاد کی روح پھونک کر اس دنیا سے جائیں ۔فلسفہ جہاد کو ان کے اندر کوٹ کر بھر دیں اور ان کا ایسا ذہن بنا دیں کہ وہ اس پر کسی قسم کے سمجھوتے کو خارج از امکان قرار دیں ،نیز ہر مسلمان اپنے متعلقین اور اپنے نوجوانوں کے دل ودماغ میں یہ بات راسخ کر دے کہ جہاد کے علاوہ کسی اور چیز . . . . چاہے وہ جدید تعلیم ہو یا ٹیکنالوجی . . . . کمپیوٹر سائنس ہو یا خلائی تسخیر . . . . گلے میں ٹائی باندھنا ہو یا کمر میں پینٹ کسنا . . . . کسی چیز کو اپنی ترقی وکامیابی کا ذریعہ نہ سمجھیں ۔جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت میں فنائیت کے بغیر مسلمانوں کی بقاء وترقی کا تصور پہلے تھا نہ آیندہ ہو سکتا ہے ۔

تیسری تدبیر . . . فتنہ مال واولاد سے حفاظت :

فتنہ دجال اکبر کے پانچ ستونوں میں سے ایک ستون ''فتنہ مال واولاد'' ہے بلکہ فتنہ دجال دراصل ہے ہی مال اور مادیت کا فتنہ ۔اس فتنہ کے نتیجے میں پہلے پہل ''نظامِ رزقِ حلال'' منہدم ہوتا ہے پھر ''نظامِ زکوٰۃ'' کا انہدام شروع ہو جاتا ہے اور آخر میں ''نظامِ انفاق فی سبیل اللہ'' ہی مکمل طور پر منہدم ہو جاتا ہے ۔ان نظاموں کے انہدام سے مال حلال اور رزق طیب نہیں رہتا ،خبیث ہو جاتا ہے اور خبیث رزق سے پلنے والے اجسام دجالی فتنہ کا آسان ہدف اور مرغوب شکار ہوں گے ۔

''فتنہ مال واولاد'' سے خود کو نکالے بغیر اہل ایمان کا فتنہ دجال اکبر سے نکلنا محال ہے ۔فتنہ دجال اکبر سے نکلنے یا اس سے بچنے کی اولین شرط ہے ''نظام انفاق (زکوٰۃ ،صدقات ،عطیات) کا قیام'' اور ''نظام ربا (سود) کا انہدام'' اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان حلال وحرام کا علم حاصل کریں ۔ ہر طرح کے حرام سے مکمل طور پر بچنے کا اہتمام کریں ۔صرف اور صرف حلال مال کمائیں اور پھر اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور بچوں کو اس کی عادت ڈلوانے کیلئے ان کے ہاتھ سے بھی فی سبیل اللہ خرچ کروایا کریں

بقیہ صفحہ 40 پر

میرے گریبان میں لگا خون تمہارا ہی ہے

جنرل (ر) شاہد عزیز

پاکستانی قبائلی علاقوں میں جاری اسلام کیخلاف صلیبی جنگ میں اہم کردار ادا کرنے والے پاک فوج کے کمانڈر کے اعترافات بھرے تاثرات

میرے جیٹ طیارے نیلے آسمان کی سرد ہواؤں کو چیرتے ہوئے مسلم بستیوں کی جانب رواں دواں ہیں۔ زمین سے اتنی بلندی پر، مجھے کچھ خاص نہیں دکھائی دے رہا، ہر شے بہت چھوٹی اور بے وقعت محسوس ہو رہی ہے۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں یہ نہیں دیکھ پاؤں گا کہ میں کن کو قتل کرنے جا رہا ہوں، یعنی بھوری آنکھوں والے معصوم بچے۔ میرے حلق میں کچھ کھٹکا۔ یہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں؟۔۔۔لیکن میں تو اس کا ذمہ دار نہیں۔ یہ فیصلہ میرا تو نہیں، میں تو صرف اپنی ملازمت کر رہا ہوں، جنہوں نے یہ حکم دیا ہے، یہ ذمہ داری بھی انہی کی ہے۔ اور یہ بچے؟۔۔۔ یہ محض ضمنی نقصان ہے۔ جی ہاں، یہ ایک قابلِ قبول اصطلاح بن چکی ہے۔ لیکن میرے دل کی گہرائیوں میں ایک خلا کا احساس پر نہیں ہو پا رہا۔

اب ہم ہدف کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ مجھے توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ میں تو بس ایک سپاہی ہوں، ایک قاتل مشین جو اپنا کام کر رہی ہے۔

"پریتی تشکیل (Formation Phantom)، سوچوں کا جائزہ لو، فضا سے زمین"

میں نے اپنے ونگ مین کو حکم دیا اور مرکزی ہتھیار کے سوئچ کو گھمایا۔ میں مطمئن ہوں کہ میں ان کے بکھرتے ہوئے جسموں کو نہیں دیکھ پاؤں گا، نہ ہی ان کی چیخیں سن پاؤں گا۔ میں نے حملے کے لئے جیٹ طیارے کی نوک کو زمین کے رخ پر کیا۔

"پریت قیادت میں ہے، بصری ہدف"۔

میری ہتھیلیاں پسینے سے تر ہیں۔ جیسے جیسے میری بلندی کم ہو رہی ہے ویسے ویسے زمین پر گھر بڑے نظر آ رہے ہیں، جیسے جیسے میں پستی کی طرف آ رہا ہوں میری روح کانپ رہی ہے۔ اب مستحکم۔ میں ایک لمبا سانس لیتا ہوں اور سرخ بٹن دبا دیتا ہوں۔ جیسے ہی بم نکلتے ہیں تو میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک کپکپاہٹ اور ہلکا سا جھٹکا سا محسوس ہوتا ہے۔

"قیادت ختم ہوتی ہے، پمپنگ، سیدھے رخ مڑیں"۔

اپنے کندھوں پر بھاری وزن کے ساتھ، میں تباہ شدہ گھروں میں سے آگ اور دھواں اٹھتا دیکھ رہا ہوں۔ کوئی چیخوں کی آواز نہیں، صرف خاموش دھواں۔ محض ضمنی نقصان۔ میں گھر کی طرف واپس مڑتا ہوں، اپنے بچوں کی طرف۔ میں ان کو اس تمغے کے بارے میں نہیں بتاؤں گا جو میں نے پہن رکھا ہے۔ بلکہ میں ان کو پریوں کا افسانہ سناؤں گا۔

ہوا کا سینہ چیرتے ہوئے، سنسناتے بم اپنے ہدف کو نشانہ بناتے ہیں۔ منہدم ہوتی دیواریں، گرتی ہوئی چھتیں، ملبہ، دھول، دھواں، اپنے پیاروں کی تلاش میں سرگرداں آوازیں، سسکیاں اور خاموش آہیں، سب مل کر اس گردش کرتی دنیا میں دکھ اور درد کا ایک نیا باب رقم کرتی ہیں۔ ایک نوجوان دھول میں سے اٹھتا ہے اور لوہے اور پتھروں کے ڈھیر میں سے اپنی بہن کو کھینچ کر نکالتا ہے، جو خون میں لت پت، مگر ابھی زندہ ہے، اپنے بے جان بچے کو اپنے سینے سے لگائے، خاموشی سے کچھ پڑھ رہی ہے، شاید کہ وہ کوئی دعا ہے۔ طبیب کہتے ہیں کہ وہ زندہ رہے گی لیکن اپنی بینائی اور سماعت کھو چکی ہے۔ اور یہ بھی غنیمت ہے، کیونکہ وہ اپنے بچے کے علاوہ اب کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتی، اور اس کی معصوم آوازوں کے علاوہ کچھ اور سننا نہیں چاہتی۔ اور اس کے لئے دیکھنے کو بچا ہی کیا ہے، جلتے ہوئے مزید گھر؟ اور سننے کے لئے بچا ہی کیا ہے؟ بے غیرت مسلم حکمرانوں کی بڑبڑاہٹ؟ کیا کوئی ہوشمندی بچی بھی ہے یہاں؟ اس نوجوان کے لئے ہوشمندی تو بس جنون ہی ہے۔ اب وہ دوسرے پار جائے گا، اور نہ صرف خود مر جائے گا، بلکہ اپنے ساتھ ان ہوشمندی کے بہروپیوں کو بھی ساتھ لے جائے گا، جنہوں نے اپنا ضمیر شیطان کو بیچ دیا ہے۔ اب اس کو نہ ہی کسی کا خوف ہے اور نہ ہی کوئی پابندی۔ اب وہ دہشت ہے اصل کرداروں کو پہچان گیا ہے۔

ارضِ مقدس، فلسطین سے آتی تصاویر دلخراش ہوتی ہیں، ملبے کا ڈھیر جو کہ کبھی گھر ہوا کرتے تھے، کچلے ہوئے اجسام جنہیں ملبے سے نکالا جا رہا ہے، فٹ پاتھ پر قطار میں رکھے نومولود بچوں کی میتیں، ایک بے بسی سے روتی کرب میں مبتلا بزرگ خاتون۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ مناظر کہیں پاکستان کے کسی حصے کے تو نہیں، اور دبے ہوئے ضمیر کا یہ پائلٹ کہیں ہمارا تو نہیں۔

کیا عجیب بات ہے کہ ارضی مقدس فلسطین سے گھر لوٹتے وقت، ہم اپنے رویوں کو جذبات سے ہٹا کر خود ساختہ مصلحت کوشی کی جانب لے جاتے ہیں اور فوراً جانبدار بن جاتے ہیں۔ کیا ہم جذبات کو مصلحت سے الگ کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے اپنے پیارے ہی داؤ پر لگے ہوں؟ وہ ضمیر تو دوسروں کے دکھ پر بے چین نہ ہوں، مردہ ہوتے ہیں۔ کراچی میں ۲۰ ہلاکتیں، دلبدین میں ۴۰ افراد قتل، ڈبوری میں ۸۰؛ محض اعداد و شمار ہی بڑھ رہے ہیں، جن کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ اور پھر دل دوبارہ اپنے معمولاتِ زندگی میں کھو جاتے ہیں۔

ٹیلی ویژن پر جاری مباحثے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہم بحیثیتِ معاشرہ بے حسی کی کس سطح پر کھڑے ہیں۔ نام نہاد ہوشمندی کے راستے پر چلتے رہنے کے دہائیوں کا لامتناہی سلسلہ ہوشربا ہے۔ ہم نے اپنا سب کچھ قابلِ فروخت بنا دیا ہے، اپنی عزت، غیرت، سلامتی، آزادی اور اپنے نظریات، یہاں تک کہ اپنا رب بھی۔ اور اس کے بدلے ہم نے حاصل کیا کیا ہے؟

پچھلے ۱۲ سال سے ہم اپنے لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال ٹھونس رہے ہیں کہ یہ ہماری

جنگ ہے۔ پچھلے ۱۲ سال سے ہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، اور اپنی نام نہاد حکمت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، جبکہ کٹھ پتلی سربراہ ہمارے ضمیر سے کھیل رہا ہے۔ کیا بادی نظر میں اس کا کوئی اختتام یا امید کی کوئی کرن بھی ہے؟ جی ہاں، یہ جنگ تو ہماری ہی ہوتی لیکن ہم نے بدقسمتی سے غلط خیمہ چن لیا ہے۔

اور ابھی تو اس سے بھی بدتر زمانہ ہمارا منتظر ہے۔ وہ اب ہمیں اندرونی انہدام کے لئے تیار کررہے ہیں۔ غیر مسلح سیاسی تسلط کا مرحلہ اب اختتام پذیر ہے، اب وقت آگیا ہے آخری اقدام کا، یعنی معاشرے میں اس حد تک خانہ جنگی اور انتشار کروایا جائے جو کہ ملک کے حصے بخرے کرنے پر منتج ہو، جو کہ ایٹمی ہتھیاروں سے غیر مسلح کرنے کا آغاز ہوگا۔ اور اس تمام تر تباہی میں حکومت حصہ دار بنی ہوئی ہے۔ ان کی لوٹ مار بذاتِ خود امریکی کھیل کا حصہ ہے، لیکن اس سے بڑھ کر یہ طبقہ ہمارے دشمن کے ہاتھ میں کھیلتا ہوا ہمارے محرمات تک کی توہین پر تلا ہوا ہے، جس سے ہمارے معاشرے میں دڑاریں پڑ رہی ہیں، بے چینی میں اضافہ ہو رہا ہے اور مایوسی اپنے عروج پر ہے، کراچی جل رہا ہے، بلوچستان کو غیر مستحکم کیا جارہا ہے اور دونوں اطراف میں دہشت کو فروغ دیا جارہا ہے۔ یہ کھیل ہماری اندرونی غلامانہ حصہ داری کے بغیر نہیں کھیلا جارہا۔ اصل مجرم فرار ہو جائیں گے، جن کا یہاں کوئی مفاد نہیں ہے۔ ہمیں سازشی مفروضوں کی اصل حیثیت کو سمجھنا ہوگا، کہ شاید سازش وہی ہے کہ جو کچھ ظاہر میں ہے اور سچ وہ ہے جسے چھپایا جارہا ہے۔ (اشاعتِ اول کی تاریخ: ۱۲ دسمبر ۲۰۱۲ء)

ماخذ: جنرل (ر) شاہد عزیز کا ذاتی بلاگ (ترجمہ: انصار اللہ اردو)

بقیہ نصیر الدین حقانی کی شہادت

جبکہ اسی خاندان کے چشم و چراغ مولانا سراج الدین حقانی صاحب سے اب بھی کفار کے نیندیں حرام ہیں جو کہ صوبہ خوست کے والی کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ہم دربارِ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ ان تمام شہداء کو جنت کے اعلیٰ مقامات نصیب فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: حق بات پر کٹتی ہے تو کٹ جائے زباں میری

ان سپاہیوں اور جنرلوں سے اپیل کرو کہ تمہیں وطن سے بہت محبت ہے تمہارے گھروں میں صرف ماہانہ راشن دیا جائیگا باقی تنخواہ وطن کی محبت میں بند کر دو تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائیگا۔

۱۹۷۳ء کا آئین تمہیں قیامت کے دن کہیں بھی کام نہیں آئیگا۔ آئین وہی کام آئیگا جو محمد عربی ﷺ نے دیا ہے۔ لہٰذا قوم کے ان بچوں کو ڈالروں کے عوض حرام موت مرنے سے بچاؤ۔ شہید وہی ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کردے۔

خالد شیخ محمد کے خیالات

9/11 حملوں کے مبینہ ماسٹر مائنڈ اور القاعدہ کے سینئر رہنما شیخ خالد محمد (فک اللہ اسرہ) جو کہ تقریباً سات سال سے گوانتانا موبے کے جیل میں قید ہے، ایک انگریزی ٹی وی چینل نے ان کا بیان نقل کیا ہے، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں قید میں ہوں لیکن میرا روح ازاد ہے، جبکہ مغربی ممالک کے جوان اپنی جنسی خواہشات اور نئے نئے طرز زندگی اپنانے کے قیدی ہیں۔

شیخ حفظہ اللہ نے امریکی فوجیوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ آپ لوگ دنیا کے بہترین کھانے کھاتے ہو، اچھی لباس پہنتے ہو، تمہارے پاس دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی ہے لیکن جب تمہارے فوجی محاذ جنگ سے واپس آتے ہیں تو خودکشی کرتے ہیں، جبکہ وہ غریب مجاہدین جنہیں ایک وقت کا کھانا ملتا ہے تو دوسری وقت بھوکہ رہ کر گزارا کرلیتے ہیں، جن کے پاس پرانے مشین گنیں ہیں لیکن جب وہ جنگ سے واپس آتے ہیں تو اپنی غریب بیوی، اپنے کمزور گھر میں خوشی اور مسرت کی زندگی گزارتے ہیں اور یہی ہماری کامیابی ہے۔

تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ (فلن اکون ظهیرا للمجرمین) کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز دی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم لوگ اور ان کے مددگار؟ یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات قلم کو درست کیا وہ بھی سب ایک لوہے کے تابوت میں جمع کرکے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

(معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۵)

حق بات پر کٹتی ہے تو کٹ جائے زباں میری

ڈاکٹر ابو سیف

بابا کئی بار پہلے بھی دبے الفاظ میں یہ کہتا رہا مگر اس دفعہ تو بابا نے کلمہ کیا بلند کیا گویا وطن پرستوں اور ڈالروں کے حریصوں کے سینے میں چھرا گھونپ دیا۔

جمہوری مفتیوں سے لیکر آئی ایس پی آر تک چیخ اُٹھے۔ اور آئی ایس پی آر نے سخت احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ امریکی ڈالروں کی خاطر کفر کی اطاعت میں جو لوگ اپنے جانیں قربان کرتے ہیں انہیں شہید قرار دو۔ سرکاری مفتیان، دانشوروں اور تجزیہ نگاران فوجیوں کو وطن کے دفاع میں مرنے پر شہید کا فتویٰ دے کر جہنم واصل کر رہے ہیں۔ لیکن ان دانشوروں اور تجزیہ نگار اور جنرلوں کو کیا مسئلہ ہے وہ تو بند کمروں میں بیٹھ کر آڈریں جاری کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امریکی اتحادی امریکہ کے دفاع کی جنگ لڑ رہی ہے ہیں تو میڈیا آسمان سر پر اُٹھالیتا ہے۔ ویسے تو یہ فیصلہ علمائے حق نے کرتا تھا کہ شہید کون اور مردار کون لیکن علماء کے بجائے گنجے دانشوروں نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا اب تو بہتر ہے کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کر دیا جائے چونکہ ان جنرلوں اور دانشوروں کا قبلہ وکعبہ امریکہ اور رشد وہدایت کا فرمان اقوام متحدہ سے جاری ہوتا ہے اگر جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد پاس کروا کر ہر مرنے والے فوجی کے گلے میں تحریر ڈال دی جائے تو قبر میں فرشتوں کا بھی سوال وجواب میں زیادہ بحث ومباحثے وقت ضائع نہیں ہوگا قرارداد کا متن پڑھتے ہی جلد اپنی منزل کی طرف انہیں روانہ کر دیا جائے گا۔ سیاچن گلیٹر کے نیچے دب کر مرنے والے فوجیوں کے ساتھ جو غیر ملم بھنگی دب کر مرے انہیں بھی شہید کا درجہ دیا گیا ویسے بات بھی یہی ہے چونکہ اگر وطن کے دفاع میں مرنے والا پاکستانی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے مرا اسلئے سرکاری مفتیوں نے بجا فتویٰ دیا بھارتی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہندو امریکی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا عیسائی اور اسرائیلی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا یہودی اس فتوے کی روح سے سب شہید ہیں۔ البتہ ان کے مرنے کے چند گھنٹوں ان کی لاشیں سنبھالنے کے لئے ہزاروں روپے کے سپرے اور بھنگوی کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ عام آدمی ان سرکاری شہیدوں کے قریب نہیں جاسکتا۔ شاید دہشتگرد کوئی ایسی گولی استعمال کرتے ہیں جس سے ان کے جسم میں تعفن پیدا ہو جاتی ہے۔

بے شک جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے۔ محترم منور حسن صاحب آپ نے نہ صرف ایک جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہا بلکہ دجال کا شعبہ اطلاعات یعنی میڈیا جو اس وقت دجال کے لئے راستہ ہموار کر رہا ہے اور پھر اس ملک کہ بڑے بڑے دانشور اور تجزیہ نگار اور سیاست دان سب کے سامنے آپ نے کلمہ حق کہہ ڈالا پھر آپکی اس سے قبل ساری زندگی کی حب الوطنی اور دینداری ان کے سامنے مشکوک ہوگئی چونکہ ابھی تو حق ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ میڈیا نے دن کو رات اور رات کو دن بنا کر پیش کرنے کا فن حاصل کر لیا ہے۔ اب یہ قوم ان ہی کے رحم وکرم پر ہے ان کو جو پسند ہے اور ان کے عالمی آئیڈیل فرعونوں کو پسند ہے وہی حق ہوگا۔ آپ جیسے بزرگوں کی حق بات کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کی نظر کر دیا جاتا ہے۔ امریکی ڈالروں پر پلنے والے یہ دانشور سیاست دان اور جنرلوں نے آپ کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا لیکن اللہ نے آپکو استقامت دی آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ اب آپ کو اس کی سزا تو ضرور ملے گی یہی فتویٰ ۲۰۰۴ میں لال مسجد سے جاری ہوا تھا جسمیں پاکستان کے پانچ سو جید مفتیان کرام کے دستخط تھے یہ مفتیان کرام قرآن وحدیث پر عبور رکھنے والے تھے انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مرنے والے پاکستانی فوجیوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی منع کیا۔ لال مسجد والوں کو اس کی سزا جو دی گئی وہ دنیا نے دیکھی الحمداللہ وہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنے فتوی کو خون سے سینچ دیا۔ اب آپ کی باری ہے آپکے کارکنوں کا گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے اُن سے ہاسٹل چھین رہے ہیں اُن کے کمروں سے جدید اسلحہ ملے گا جیسے لال مسجد سے جدید اسلحہ ملا تھا۔ دہشگردی کے مقدمات قائم ہونگے کئی لاپتہ بھی ہونگے اور کچھ ٹارچر سیلوں میں طبی موت، حرکت قلب بند ہونے سے بھی مریں گے۔ کچھ کہ بوڑھے والدین اسلام آباد کی شاہراہ دستور پر اپنے پیاروں کے فوٹو لیے پیرانہ سالی کے آیام بسر کریں گے۔

لیکن گھبرانہ نہیں حق والوں پر آزمائشیں تو آتی ہیں اور ان آزمائشوں پر استقامت دیکھا نے والوں کے لئے اللہ کی مدد ونصرت بھی اُترتی ہے، جو لوگ کل تک امیر محترم حکیم اللہ محسودؒ کو امریکی اور بھارتی ایجنٹ کہتے تھے آج اُن کے جسم کے ٹکڑوں نے اُن لوگوں کی زبانیں بھی کھڑ کھڑا دیں آج اُنہیں قوم کے سامنے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے مختلف حیلے بہانوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ شہید کے خون کی کرامت ہے کہ پاکستانی قوم یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ امریکہ کے لئے لڑنے والے شہید ہیں یا امریکہ کے خلاف لڑنے والے شہید ہیں آخر امریکہ شکست تو انہی دہشت گردوں کے ہاتھوں کھا رہا ہے نہ صرف امریکہ بلکہ نیٹو کے چالیس ممالک سے لے کر پوری دنیا جو کسی نہ کسی درجہ میں ان اتحادیوں کے حامی تھے سب شکست سے دوچار ہیں۔ یہ ٹی وی ٹاک شو والوں نے شکست نہیں دی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ پاکستانی فوجی وطن کی حفاظت کرتے ہیں اور وطن کی حفاظت میں اپنی جان دیتے ہیں یہ بات بالکل ہی غلط ہے ان فوجیوں کو دو ماہ تنخواہ بند کر کے دیکھ لیں۔ آج ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر ہے

بقیہ صفحہ 24 پر

خبرنما

بیت اللہ محسود (رحمہ اللہ) کو مارنے کے لئے پاکستانی حکومت نے امریکہ سے مدد مانگی تھی۔ سابقہ پاکستانی سفیر حسین حقانی

حکیم اللہ محسود (رحمہ اللہ) کے قتل میں پاکستانی سیکورٹی ادارے ملوث ہیں۔ نجم سیٹھی

افغانستان میں غیر مسلموں کے قبضے کو مستحکم کرنا غیر شرعی فعل ہے، اس بارے میں مالی فوائد کو بھی جواز کا سبب نہیں بنا سکتے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب

امریکہ نے پاکستان کی ایک ارب ساٹھ کروڑ ڈالر کی مدد بحال کردی، نواز شریف کے دورے سے ایک روز قبل، اسرائیل کو سالانہ تین ارب ڈالر جبکہ افغان آرمی کو ۶ ارب ڈالر سالانہ امداد دی جاتی ہے۔

نواز شریف طالبان کے خلاف ایک لفظ بول دیں اپنے گھر بلاول ہاؤس کی دیواریں گرادونگا۔ بلاول ''بھٹو'' و ''زرداری''

پانچ سو علماء کرام اور مفتیان نے غازی ناموس رسالت ممتاز قادری کی رہائی کا مطالبہ کردیا۔

پاکستان کی امداد شکیل آفریدی کی رہائی سے مشروط، اوبامہ نے بل پر دستخط کر لیے۔

اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے رپورٹ جاری کی ہے کہ پاکستان کا قرضہ انیس (۱۹) کھرب روپے سے بڑھ گیا۔

سپریم کورٹ آف پاکستان میں ایک خاتون اشرف جہاں نے خاتون جج کی حیثیت سے حلف اُٹھالیا۔ وہ شرعی بنچ کی جج ہونگی۔

۲۰۱۳ء میں پاکستان فدائی حملوں میں پوری دنیا میں پہلے نمبر پر رہا۔

دنیا بھر میں پاکستان صحافیوں کے لئے تیسرا خطرناک ملک ثابت ہوا۔

ایک سروے کے مطابق پاکستان میں موبائل فون اور انٹرنیٹ کے رابطوں کے ذریعہ سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) لڑکیاں گھروں سے بھاگ گئی، ان میں چہار ہزار خواتین شادی شدہ تھی۔

نواز شریف حکومت کے پہلے چھ ماہ میں اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں پینتیس (۳۵) فیصد اضافہ ہوا۔

کینیڈا کی حکومت نے امارت قفقاز کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا۔

سابق صدر پاکستان آصف زرداری نے اپنی تصاویر بنانے پر ۹ لاکھ سرکاری خزانے سے خرچ کئے جبکہ نئے صدر نے ایک قدم بڑھ کر پندرہ لاکھ روپے خرچ کیے۔

ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے میونخ میں کہا کہ ہم نہ یہودیوں کے خلاف ہیں اور نہ ان سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی بات امریکی حکام نے بھی کہی ہے کہ ایران اسرائیل کو نہیں سعودی عرب کو اپنا دشمن سمجھتا ہیں۔

افغان صدر حامد کرزئی نے ایک غیر ملکی اخبار سنڈے ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ طالبان میرے بھائی ہیں، امریکیوں نے افغانستان کے لئے کچھ نہیں کیا۔

کرزئی نے کہا کہ امریکیوں نے افغانوں کو اس نظر سے نہیں دیکھا جس کے وہ مستحق تھے۔ امریکیوں نے پیسے قبائلی لشکر بنانے پر خرچ کئے جس سے ملک میں بدامنی اور قتل وغارت گری میں اضافہ ہوا۔

امریکہ میں پاکستان کے سابق سفیر حسین حقانی نے کہا ہے کہ امریکہ کو چاہئے کہ پاکستان کو مدد نہ دے اور پاکستان کے متعلق اپنی روش بدلے۔

یورو مانیٹر نامی ایک ادارے نے سروے کیا ہے کہ پاکستان وسکی پینے والے ممالک میں پینتیس ویں نمبر ہے۔

افغان صدر حامد کرزئی نے کہا ہے کہ پاکستان افغانستان میں گولہ باری بند کردے ورنہ اس سے دونوں ممالک کے تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں۔

مری کے ایک ہوٹل سے سعودیہ اسپیشل فورسسز نے ایک عرب مجاہد کو گرفتار کیا۔ جو سعودیہ عرب کے انتہائی مطلوب افراد میں شامل تھا۔

اقوام متحدہ نے عیسائی پادریوں کے آئے دن بڑھتے ہوئے بچوں پر جنسی تشدد کے واقعات پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ واضح رہے کہ عیسائی چرچوں میں آج کل یہ مسئلہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ جبکہ چرچ اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے؛ کیونکہ جو پادری اس قبیح عمل میں ملوث پایا جاتا ہے اسے بچانے کی خاطر دوسرے چرچ میں منتقل کردیا جاتا ہے۔

افغانستان کے مجاہدین نے ایک امریکی کتے کو گرفتار کیا ہے۔ جو کرنل کے عہدے پر فائز تھا، کتے کے ساتھ ایک کیمرہ ایک ٹارچ اور کچھ دیگر سامان بندھا ہوا تھا۔

ایگری فورم نامی ادارے نے کہا ہے کہ بھارت کیساتھ تجارت کی وجہ سے پاکستان کو پانچ برسوں میں تین سو ارب ڈالر کا نقصان ہوگا۔ یعنی سالانہ ساٹھ ارب ڈالر کا نقصان ہوگا، لیکن اس کے باوجود حکومت بضد ہے کہ ہندوستان کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کریں۔

ایشیاء ٹائمز نامی ایک آن لائن جریدے نے لکھا ہے کہ ۲۰۰۹ء میں سوات میں ہونے والے آپریشن کی وجہ سے بیس لاکھ افراد کو نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا تھا اور اس سے ملک کے فوجی ساز وسامان میں انتہائی کمی واقع ہوئی تھی۔

جماعت اسلامی کے امیر منور حسن نے ایک صحافی کے جواب میں کہا کہ اُسامہ بن لادن صرف شہید ہی نہیں بلکہ اس وقت کے سید الشہداء ہیں۔

آئین کو اسلامی کہنا اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ مولانا عبدالعزیز صاحب

برطانیہ نے لبنان کو دیجانیوالی امداد اس بات سے مشروط کی ہے کہ نصابی کتابوں میں مقبوضہ فلسطین کے بجائے اسرائیل لکھا جائے۔

بیگم نسیم ولی خان نے کہا ہے کہ اسفندیار نے پختون قوم کو گولیوں اور بموں کی نذر کردیا، اسے چاہئے کہ قوم سے معافی مانگیں۔

یورپی یونین نے عرب امارات کے اس اسلام مخالف فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے کہ انہوں نے سزائے موت کا خاتمہ کیا۔

اتحاد و اتفاق

مولانا ابوأسید مسعود

اسلاف امت کے حالات واحوال جب ہم دیکھتے تھے اور پڑھتے تھے تو ہمیں تعجب ہوتا تھا کہ یا اللہ یہ کتنے قربانی دینے والے تھے اپنے جانوں پر کھیل رہے تھے ،لیکن الحمدللہ ۱۴۰۰ اسوسال بعد پھر رسول اللہ ﷺ کی امتیوں نے صحابہ کرامؓ کی یادیں تازہ کی ہیں مثلاً: فدایان اسلام جو جانوں کی نذرانے پیش کررہے ہیں یہ قربانی کسی سے مخفی نہیں کتنی عظیم قربانی ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین عالی کی خاطر ہورہی ہے یا جیسے جاسوس طیارے سے جس بے دردی سے مجاہدین وعوام الناس کے اجساد قیمہ قیمہ ہورہے ہیں لیکن مجاہدین اورامت مسلمہ کے ایمان میں ذرا برابر اضمحلال نہیں آیا ہے، اپنے جہادی مشن کو چلا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ساری قربانی مجاہدین وشہداء سے قبول فرمائیں اور قانون الٰہی سارے جہاں پر نافذ کریں ۔الحمدللہ تمام ملت کفر اور ان کے معاونین پریشانی ومصائب میں مبتلا ہیں لیکن کچھ وجوہات پیش کررہا ہوں کہ ساری کفار اور انکے معاونین کو شکست دینے کیلئے دو چیزیں لازم ہیں (۱) ایک مجاہدین کے آپس میں وحدت واتفاق واتحاد (۲) قرآن کریم کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔

اگر یہ دو اشیاء مجاہدین قوت کے ساتھ پکڑ کر اس پر عمل کریں تو پھر خلافت کا قیام آسان ہے اور مجاہدین وامت مسلمہ سے عروج کی امید یقینی ہے، لیکن اگر آپس میں اتحاد ووحدت کے بجائے اختلاف وانتشار کا شکار ہوجائیں تو میرے سوچ کے مطابق تو پھر طرح طرح کے مصائب ورلائم کا شکار ہونگے اور عروج کے بجائے زوال کی طرف چل پڑینگے اور جو کچھ ہاتھ میں ہے وہ نکل جائے گا۔اگر آپس میں اختلافات ہونگے تو اس کا سارا فائدہ دشمن کو ہوگا۔ شیخ العرب والعجم شیخ الہندؒ نے جب مالٹا جیل سے رہائی پائی تو آپ نے فرمایا’’ مالٹا جیل میں میں نے کافی غور وفکر کیا کہ مسلمان کیوں عروج سے زوال کی طرف جارہے ہیں تو آخر میں میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمانوں نے دو چیزیں ترک کی ہیں ایک قرآن مجید اور دوسرا آپس میں اتفاق، لہٰذا میں نے قصد کیا کہ (۱) جس نے قرآن نہ پڑھا ہو اسکو قرآن پڑھاؤں اور جس نے سیکھا ہے اسکو ترجمہ کراؤں (۲) امت کو اتفاق واتحاد کا درس دونگا۔

محترم مجاہدین مسلمانوں کے آپس میں اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کی ہاتھوں سے حکومتیں نکلی ہیں، اغیار ہر وقت اس سوچ میں ہیں کہ یہ مٹھی بھر مجاہدین کو کس چیز پر امادہ کریں کہ ان کے درمیان تنازعے اور اختلافات پیدا ہوجائیں۔ وحدت اجتماعیہ پر امام الانقلاب مولانا ابوالکلام آزاد نے عجیب انداز میں قلم اٹھایا ہے یہاں ان کا نقل کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں لہٰذا وہ فرماتے ہیں’’ ایک اجتماع اور اختلاف ہے دوسرا اشتات اور انتشار، نہ صرف امت مسلمہ بلکہ اقوام عالم کی موت وحیات ترقی وتنزل اور سعادت وشقاوت کے جو اصولی اسباب ومراتب قرآن حکیم نے بیان کئے ہیں ان کی سب سے زیادہ اہم حقیقت انہی الفاظ میں پوشیدہ ہے اجتماع کے معنی ہیں ضم الشیء يقرب بعضه من بعض یعنی مختلف چیزوں کا باہم اکٹھا ہوجانا اور اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ’’ جمع من اجزاء مختلفه ورتب ترتيبا قدم فيه ماحقه ان يقدم اخرفيه ماحقه ان يوخر یعنی مختلف چیزوں کا اس تناسب اور ترتیب کے ساتھ اکٹھا ہوجانا کہ جس چیز کو جس جگہ ہوجانا ہے وہی جگہ اسے ملے جو پہلے ہونے کی حقدار ہے وہ پہلے رہے، جس کو آخری جگہ ملنی چاہئے وہ آخری جگہ پائے، عید اجتماع واختلاف سے مقصود وہ حالت ہے جب مختلف کارکن قوتیں کسی ایک مرکز ایک سلسلے ایک وجود ایک طاقت اور ایک فرد واحد میں اپنی قدرتی اور مناسب ترکیب وترتیب کے ساتھ اکٹھی ہوجاتی ہیں اور تمام مواد قومی اعمال اور افراد پر ایک اجتماعی دور جاری ہوجاتا ہے، بحدے کہ ہر قوت اکٹھی ہر عمل باہم جڑا اور ملا ہوا ہو یعنی ہر چیز بندی اور سمٹی ہوئی ہر فرد زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متحد ومتصل ہوجاتا ہے، کوئی چیز کسی گوشے کسی عمل میں علیحدگی نظر نہیں آتی، جدائی وانتشار الگ الگ جزء جزء فرد فرد ہو کر رہنے والی حالت نہیں ہوتی، مادہ میں جب یہ اجتماع وانضمام پیدا ہوجاتا ہے تو اس سے تخلیق وتکوین اور وجود ہستی کے تمام مراتب ظہور میں آتے ہیں، اسی کو قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں مرتبہ تخلیق وتسویہ سے بھی تعبیر کیا ہے’’ الذی خلق فسوّی‘‘ پس زندگی اور وجود نہیں ہے مگر اجتماع واختلاف اور موت وفنا نہیں ہے مگر اس کی ضد۔ یہی حالت جب افعال واعمال پر طاری ہوتی ہے تو اخلاق کی زبان میں اس کو خیر اور شریعت کی زبان میں عمل صالح اور حسنات کہتے ہیں، جب جسم انسانی پر طاری ہوتی ہے تو طب کی اصطلاح میں تندرستی سے تعبیر کی جاتی ہے اور حکیم کہتا ہے کہ یہ زندگی ہے اور پھر یہی حالت ہے کہ جب قومی وجماعی زندگی کی قوتوں اور عملوں پر طاری ہوتی ہے، تو اس کا نام حیات قومی واجتماعی قرار پاتا ہے اور اس کا ظہور قومی اقبال وترقی اور نفوذ وتسلط کی شکل میں دنیا دیکھتی ہے۔ الفاظ بہت سے ہیں معنی ایک ہے بظاہر گو مختلف ہیں مگر اس حکیم یگانہ وواحد کی ذات کی طرح اس کا قانون حیات ووجود بھی ایک ہی ہے ونعم ما قیل۔

اس حالت کی ضد اشتات وانتشار ہے۔ اشتات شت سے ہے جس کے معنی لغت میں تفریق اور الگ الگ ہوجانے کے ہیں يقال شت جمعهم وشتاتا جاؤا اشتاتا ای متفرقی النظام (مفردات ـ ص ۶۵) قرآن حکیم میں ہے يومئذ يصدر الناس اشتاتا اور من نبات شتیٰ اور قلوبهم شیء ای مختلفة ، انتشار نشر سے ہے اس کے معنی بھی الگ الگ ہوجانے کے ہیں یعنی تفرق، سورہ جمعہ میں ہے فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا یعنی تفرقوا۔

اشتات وانتشار سے مقصود وہ حالت ہے جب اجتماع واختلاف کی جگہ الگ الگ ہوجائے متفرق اور پراگندہ ہونے اور باہم دوگر علیحدگی وبیگانگی کی حالت پیدا ہوجائے ، یہ حالت جب مادہ پر طاری ہوتی ہے تو تکوین کی جگہ فساد اور وجود کی جگہ عدم وفنا کا اس پر اطلاق ہوتا ہے، جب جسم پر یہ حالت طاری ہوتی ہے تو اس کا نام پہلے بیماری اور پھر موت ہے، اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اس کا قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں عمل سوء اور عصیان سے تعبیر کرتا ہے اور پھر یہی چیز ہے کہ جب قوموں کی اجتماعی زندگی پر طاری ہوتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ اقبال کی جگہ ادبار، عروج کی جگہ تسفل ترقی کی جگہ تنزل،

عظمت کی جگہ ذلت، حکومت کی جگہ محکومی اور بالآخر زندگی کی جگہ موت اس پر چھا جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا اجتماع واءتلاف کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور نوعِ انسانی کے لئے اللہ کی جانب سے سب سے بڑی رحمت ونعمت قرار دیا ہے اور اس کو اعتصام بحبل اور اسی طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے، مسلمانوں کے اولین مادہء تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کر کے اور پھر تمام عرب وعجم سے فرمایاو اعتصموا بحبل الله جميعاو لاتفرقو واذ كروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعـدآء فـالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا سب سے مل جل کر اور پوری طرح اکھٹے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، سب کے ہاتھ اسی ایک حبل اللہ سے وابستہ ہوں، اللہ کا یہ احسان یاد کرو کہ کیسی عظیم الشان نعمت ہے جس سے وہ سرفراز ہو گئے، تمہارا یہ حال تھا کہ بالکل بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے تم سب کو باہم ملا دیا اور اکھٹا کر دیا ہے، ایک دوسرے کے دشمن تھے اب بھائی بھائی ہو گئے ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اشتات وانتشار کی زندگی کو بقاء وقیام نہیں ہوسکتا وہ ایک آگ ہے جس کے دہکتے ہوئے شعلوں کے اوپر کبھی قومی زندگی نشونما نہیں پاسکتی، وكـنـتـم عـلـىٰ حفرة من النار فانقذ كم منها كذلك يبين الله لكم ايتهِ لعلكم تهتدون اور تمہارا یہ حال تھا کہ آگ کے دہکتے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تمہیں بچا لیا اپنے فضل ورحمت کی نشانیاں اس طرح کھولتا ہے تا کہ کامیابی کی راہ پالو۔ یہ بھی جا بجا بتلا دیا کہ قوموں اور ملکوں میں اسی اجتماع وائتلاف کی صالح وحقیقی زندگی پیدا کر دینا محض انسانی تدبیر سے ممکن نہیں، دنیا میں کوئی انسان تدبیر سے امت نہیں پیدا کر سکتی یہ کام صرف اللہ ہی کی توفیق ورحمت اور اس کی وحی کا ہے کہ بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بنا دے، وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ترجمہ: اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کی دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے مگر اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی بیشک وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اسی لئے قرآن حکیم نے ظہور شریعت ونزول وحی کا پہلا نتیجہ یہ قرار دیتا ہے کہ اجتماع وائتلاف پیدا ہو اور بار بار کہتا ہے ”کہ تفرقہ وانتشار شریعت ووحی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے“ اور اسی لئے یہ نتیجہ شریعت سے عدوان اور اس کو بالکل ترک کر دینا کا ہے ۔فما اختلفوا حتىٰ جآء هم العلم واتينهم بينت من الامر فما اختلفوا الا من ماجآء هم العلم بغيا بينهم ولاتكونوا كاالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ماجآء هم البينت) اور اس بناء پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو جاہلیت اور حیات جاہلی سے تعبیر کیا ہے۔ من فارق الجماعة فمات ميتة جاهلية وغير ذالك اور اسی بناء پر بکثرت وہ احادیث وآثار موجود ہیں جن میں نہایت شدت کے ساتھ ہر مسلمان کو ہر حال التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہے؛ اگر چہ امیر غیر مستحق ہو، نا اہل ہو، فاسق ہو، ظالم ہو، ہر کوئی بشرطیکہ مسلمان ہو اور نماز قائم رکھے ما اقاموا الصلوة اور ساتھ ہی بتلا دیا گیا کہ جس شخص نے جماعت سے علیحدگی کی راہ اختیار کی تو اس نے اپنے نفس کو شیطان کے حوالے کر دیا یعنی گمراہی اور ٹھوکر اس کے لئے لازم ہو گئی ہے زنجیر کا توڑنا مشکل ہوتا ہے لیکن کوئی کڑی زنجیر سے الگ ہو گئی ہو تو ایک چھوٹے سے حلقہ کا حکم رکھتی ہے جسے انگوٹھے سے مسل دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں عليكم بالجماعة فان الشيطان مع الفئة وهو من الاثنين ابعد دوسری روایت میں ہے فان الشيطان مع الواحد۔ یعنی جماعت سے الگ نہ ہونا، ہمیشہ جماعت بن کر رہو؛ کیونکہ جب کوئی تنہا اور الگ ہو تو شیطان اس کا ساتھی ہو گیا دو انسان بھی ملے رہے تو شیطان ان سے دور رہے گا، یعنی اتحادی اور جماعتی قوت ان میں پیدا ہو جائے گی اب وہ راہ حق سے نہیں بھٹک سکتے یہ الفاظ مشہور خطبہ جابیہ کے ہیں جو عبداللہ بن دینار عامر بن سعد سلمان بن یسار وغیرھم سے مروی ہے اور بیہقی نے امام شافعی کے طریق سے نقل کیا کہ انھوں نے اجماع سے اثبات میں اسی روایت سے استدلال کیا اسی طرح حدیث متواتر بالمعنی عليكم بالسواد الاعظم من شذشذفی النار اور يدالله على الجماعة لايجمع الله امتى على الضلالة او كما قال خطبۂ حضرت امیرکہ وايـاكم الفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من النغم للذئب اَلامن دعاالى هذاالشعار فاقتلوه ولو كان تحت ــــــ هذا غير ذلك، اس بارے معلوم ومشہور ہیں آخری قول دیگر روایت میں بطریق مرفوع بھی منقول ہے خلاصہ سب کا یہ ہے کہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ مل کر رہو جو جماعت سے الگ ہوا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، افراد تباہ ہوسکتے ہیں مگر ایک صالح جماعت تباہ نہیں ہوسکتی؛ اسی پر اللہ کا ہاتھ ہے اور وہ کبھی ایسا نہیں ہونے دے گا کہ جماعت گمراہی پر جمع ہو جائے۔

اسی طرح نماز کی جماعت کی نسبت ہر حال میں التزام پر زور دینا اور اگر چہ امام نا اہل ہو لیکن سعی قیام اہل کے ساتھ التزام جماعت کو بھی جاری رکھنا حتیٰ کہ صلوا خلف كل بروفاجر تو اس میں بھی یہی حقیقت مضمر ہے کہ زندگی جماعتی زندگی ہے انفراد وفرقت ہر حال میں بربادی وہلاکت ہے پس جماعت سے کسی حال میں باہر نہ ہونا چاہئے اور یہی سبب ہے کہ سورہ فاتحہ میں قومی دعا مسلمانوں کو سکھلائی گئی اس میں متکلم واحد نہیں بلکہ جمع حالانکہ وہ دعا فرداً فرداً ہر مومن کی زبان سے نکلنے والی تھی اهدنا الصراط المستقيم فرمایا اهدنی نہیں کہا گیا یہ اس لئے ہے کہ قرآن کے نزدیک فرد کی ہستی کوئی شے نہیں، ہستی صرف اجماع اور جماعت کی ہے اور فرد کا وجود اور اعمال بھی صرف اسی لئے ہیں تا کہ ان کے اجتماع وتالیف سے ہیئت اجتماعیہ پیدا، ہو اس لئے اس دعا میں کہ حاصل ایمان کا خلاصہ قرآن اور عصارہ اسلام ہے متکلم جمع کا صیغہ آیا نہ کہ واحد کا اور اس لئے مسلمانوں کی باہمی ملاقات کے وقت جو امتیازی دعا سکھلائی گئی، وہ جمع آئی ہے اگر چہ مخاطب واحد ہو یعنی السلام علیکم، علیک نہیں قرار دیا گیا علت اس کی یہی ہے نہ کہ وہ جو لوگوں نے سمجھی ہے۔

اور اس بناء پر احکام واعمال شریعت کے ہر گوشے اور ہر شاخ میں یہی اجتماعی وائتلافی

حقیقت بطور اصل اساس کے نظر آئی ہے، نماز کی جماعت خمسہ اور جمعہ وعیدین کا حال ظاہر ہے اور حج بجز اجتماع کے اور کچھ نہیں، زکوٰۃ کی بنیاد میں اجتماعی زندگی کا قیام اور ہر فرد کے مال واندوختہ میں جماعت کا ایک حصہ قرار دیا ہے، علاوہ بریں اس کی ادائیگی کا نظام بھی انفرادی حیثیت سے نہیں رکھا گیا؛ بلکہ جماعتی حیثیت سے یعنی ہر فرد کو اپنی زکوٰۃ خرچ کردینے کا اختیار نہیں دیا گیا، جیسا کہ بدقسمتی سے آج مسلمان کر رہے ہیں اور جو صریحا غیر شرعی طریقہ ہے؛ بلکہ مصارف زکوٰۃ کی رقم امام وخلیفہ وقت کے سپرد کردینے کا حکم ہے، پس اس کے خرچ کی بھی اصلی صورت جماعت ہے نہ کہ فرد۔ یہ امام کا کام ہے کہ اس کا مصرف تجویز کرے اور مصارف مخصوصہ میں سے جو مصرف زیادہ ضروری ہو اس کو ترجیح دے، ہندوستان میں اگر امام کا وجود نہ تھا جس طرح جمعہ وعیدین وغیرہ کا انتظام اسی عذر کی بناء پر کیا گیا زکوٰۃ کا بھی کیا جاتا تو پھر یہ حقیقت کسی قدر واضح ہو جاتی۔

اگر ان تمام مشہور احادیث پر غور کیا جائے جس میں مسلمانوں کی متحدہ قومیت کی تصویر کھینچی گئی ہے ترى المؤمنين فى تراحهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذااشتكى عضوًا تراعلى له سائرجسد ه بالسهد والحمّٰى ،المؤمن للمؤمن كالبنيان بشربعضه ببعضاً، یعنی مسلمانوں کی قومیت ایسی ہے جیسے ایک جسد یعنی جسم اور اس کے مختلف اعضاء ، ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے، اور اس کی بے چینی اور تکلیف میں اس طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اس کے اندر درد اٹھ رہا ہو نیز ان کی مثال دیوار کی سی ہے، ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی ہے اور اسے سہارا دیتی ہے پھر تشبیک اصابع کرکے اس کی تصویر بتلا دی، یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں رکھ کر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا متصل ہو، سو ان تمام تصریحات میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے، دیوار کا نام ہے الگ الگ اینٹ کا کوئی مستقل وجود نہیں ہے تو اجتماعی وجود ہے یعنی دیوار کا ایک جزو ہے اور ان اجراء کے ملنے سے مشکل ہوتی ہے اور یاد رہے کہ یہ جو نماز میں تسویہ صفوف یعنی صف بندی پر سختی سے زور دیا گیا ہے یعنی صف بندی پر اور سب کے سروں، سینوں ، پاؤں کے ایک سید میں ہونے پر لتسون صفوفكم اوليخالفن الله بين وجوهكم (بخاری شریف) اور روایت انس کی سو واصفوفكم فان تسوية الصفوف من اقامة الصلواة وفى لفظ فى اقامة الصلواة تو اس میں بھی یہی بھید ہے اور تشریح کا یہ موقع نہیں ہے اس کے بارے میں قرآن وسنت کی تصریحات وکمالات جو محتاج تفسیر وکشف تھیں ایک مضخم مجلد موسوم بہ تفسیر البیان میں لکھ چکا ہوں۔

اسی قانون الٰہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی کے عروج کا اصلی دور وہی تھا، جب ان کی قومی وانفرادی مادی ومعنوی ، اعتقادی وعملی زندگی پر اجتماع وائتلاف کی رحمت طاری تھی اور ان کے تنزل وادبار کی اصلی بنیاد اس وقت پڑی جب اجتماع وائتلاف کی جگہ اشتات وانتشار کی نحوست چھانی شروع ہوگئی، ابتدا میں ہر مادہ مجتمع تھا ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی، ہر چیز بندی ہوئی تھی لیکن بتدریج تفرقہ وانتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا، ہر جماؤ پھیلا اور ملی جلی اور اکھٹی طاقت الگ الگ ہو کر منتشر اور تتر بتر ہوگئی، قرآن کریم کے بتلائے ہوئے قانون تنزلِ اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشہ وجود عمل طاری ہو رہی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے طرح طرح کی علتیں ٹھراتے اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے چلے آرہے ہیں، حالانکہ قرآن وسنت اور عقلیت صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات ونتائج صرف اسی ایک چیز کا نتیجہ ہے، اس ایک حقیقت کو کتنے ہی مختلف ناموں سے پکارو، مگر اصل علت اس کے سوا کوئی نہیں قوتوں کے انتشار کا دور ساری چیزوں پر طاری ہوا لیکن یہاں صرف ایک ہی پہلو واضح کرنا مقصود ہے، انحضرت ﷺ کا وجود اسلامی طاقت کی اصلی شخصیت تھی، آپ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو صرف ایک ہی داعی شریعت یا عامل وحی کی جگہ خالی نہیں ہوئی ؛ بلکہ ان ساری قوتوں، سارے منصوبوں، ساری حیثیتوں اور ہر طرح کے نظری۔۔۔ اختیارات وقویٰ کی جو آپ کی شخصیت مقدسہ میں اکھٹی تھیں اور جن کا آپ کے تنہاں وجود مقدس میں جمع ہونا اسلام کی شرعی ودینی خصوصیات میں سے تھا، اسلام کا داعی مسیحیت کے مقدس پہاڑی واعظ کی طرح صرف ایک اخلاقی معلم ہے نہ تھا اور نہ ہی دنیا کے فاتح حکمرانوں کی طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستان شہنشاہ تھا۔

اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت وجہانبانی سے الگ نہیں رکھا، وہ یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین ودنیا دونہیں ایک ہی چیز ہیں اور شریعت سے حکومت وسلطنت الگ نہیں، بلکہ سچی حکومت اور خدا کی مرضی کے مطابق سلطنت وہی ہے جس کو شریعت نے خود پیدا کیا ہو، پس اسلام کے داعی کا وجود ایک ہی وقت میں ان تمام حیثیتوں اور منصوبوں کا جامع تھا جو ہمیشہ دنیا کی صدہا مختلف شخصیتوں کے اندر مقیم رہی ہے، وہ اللہ کا پیغمبر تھا، شریعت کا مقنن تھا، امت کا بانی تھا، ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا، وہ اگر پتوں اور چھال سے پٹی ہوئی مسجد کے منبر پہ وحی الٰہی کا ترجمان اور انسانی سعادت وہدایت کا واعظ تھا تو اسی کے صحن میں خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنگ میں بھیجنے کیلئے سپہ سالار لشکر بھی تھا، وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی زندگی میں گھروں کا نظام معاشرت درست کرتا، نکاح وطلاق کے قوانین نافذ کرتا ، ساتھ ہی بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھی روکتا اور مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمران کی طرح نمایا بھی ہوتا تھا عرضیکہ اس کی ایک شخصیت کے اندر مختلف حیثیتیں اور مناصب جمع تھیں ، اسلام کا نظام دینی یہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں، جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماعی قویٰ ومناصب پر قائم ہوئی اور اس لئے اس کو منہاج نبوت کی سچی قائم مقامی اپنے اندر رکھتی تھی۔

اگر آج کل مجاہدین اسلام دو چیزیں اپنائے (۱) قرآن مجید (۲) اتحاد واتفاق تو سارے مسائل حل ہو جائیں ورنہ اگر یہ دو چیزیں ہاتھوں سے نکل جائیں تو پھر مجاہدین کی یہ عالی سوانح جو بلند مقام رکھتے ہیں کو تاریخ دان سیاہ حروف کیساتھ تحریر کریں گے اور عنداللہ بھی مؤاخذہ ہوگا۔

سیکولرزم، ترکی اور اسلام

مولانا صالح قسام صاحب

کیا معاصر ترکی عالم اسلام کے لئے آئیڈیل بن سکتا ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے جو کہ ہماری گفتگو کا مرکزی حصہ ہے، ترکی جسے کئی صدیاں عالم ِاسلام کی قیادت کا اعزاز حاصل ہے، جس نے عثمانی دورِ حکومت میں کئی سو سال تک عالم اسلام کے لئے ایک قائدانہ کردار ادا کیا اور جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور اس وقت ترکی بالکل ایک دوسرے رخ پہ چل پڑا، تب عالم اسلام کے کئی سارے اہم ممالک اس غلط رخ پر بھی چلنے میں ترکی کی اقتداء کرتے ہوئے نہ ہچکچائے، بلکہ جو خرافات اور بے دینی ترکی کی سرزمین پر پائی جاتی تھی، کئی سیاسی قائدین نے اسے من وعن اپنے ممالک میں نافذ کرنے کی کوششیں کی، چونکہ ترکی میں اس نظام کا بانی مصطفیٰ کمال تھا اور وہ بذاتِ (جیسا کہ اس کے ایک دوست نے ان کے بارے میں لکھا ہے) شراب، کباب اور بدکاری کا رسیا تھا، تو ہر وہ شخص جوان کرتوتوں میں ملوث تھا اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے اس نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کی۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ نظام بذاتِ خود ایک کمزور اور زندگی کی ضروریات کی تکمیل میں ناکام تھا، جس نے خود ترکی کی سابقہ قائدانہ کردار کو بھی بدنما بنایا تھا اور ہر طرح سے اس قابل نہیں تھا کہ جوامت اسلامیہ کی طبیعت اور اس کے مزاج سے میل کھاتی ہو، کیونکہ اس کی بنیاد بے دینی بلکہ اسلام دشمنی پر تھا لہٰذا کسی اسلامی ملک میں اس کا تجربہ کرنا اور اس سے کامیابی کی اُمید رکھنا احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ کوشش کی گئی بلکہ تاحال جاری ہے، جس کی مسلمانانِ عالم کو اب بھی بھاری قیمت ادا کرنا پڑھ رہی ہے، یہی گھساپٹا فارمولہ اب مصر میں استعمال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جو ہزاروں مسلمانوں کی شہادت کے نتیجے میں تاحال فیل ہے۔

ہم چونکہ موجودہ ترکی کو اس ترکی کی نظر سے نہیں دیکھتے جس کی بنیاد کمال اتاترک نے رکھی تھی، بلکہ یہ امر مسلّم اور حقیقت ہے کہ کسی حد تک اس نظام میں تبدیلی واقع ہوئی ہے، چونکہ ترکی آج کل کی دنیا میں ایک ترقی یافتہ ملک تصور ہوتا ہے اور اس کا شمار تیز اقتصادی ترقی کرنے والے ممالک میں ہوتا ہے، لہٰذا ہر طرف سے یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ وہاں پر قائم حکومت چونکہ ایک اسلامی حکومت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عصر حاضر کے تقاضوں پر بھی پوری اترتی ہے لہٰذا تمام عالم اسلام کو چاہئے کہ اس کی پیروی کریں تاکہ پوری اسلامی دنیا ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست بن جائے۔

جہاں تک ترکی کا معاشی اور اقتصادی میدانوں میں ترقی کی بات ہے تو اس میں واقعی دورائے نہیں ہیں کیونکہ ترکی کا شمار دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے، اور یہ معاشی ترقی منحصر ہے اس بات پر کہ ترکی کسی نہ کسی حد تک اس اسلام بیزاری سے نکلا جو کمال اتاترک نے شروع کیا تھا، جس کی وجہ سے ترکی نہ صرف عالم اسلام سے جدا ہو گیا تھا بلکہ وہ دنیا کے دیگر ممالک سے بھی کٹ گیا تھا، ترک کرنسی کی قیمت میں بے تحاشہ کمی، ترک عوام میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور سطح غربت میں انتہائی زیادتی نے ترک عوام کی زندگیاں اجیرن بنادی تھی، لیکن بیسویں صدی کے اواخر میں اُٹھنے والی سیاسی اسلام پسند پارٹی عدالت اور انصاف پارٹی نے ملکی معیشت میں اصلاحات کیں اور ترکی معاشی طور پر ایک ترقی یافتہ ملک تصور ہونے لگا۔

کیا ترکی اسلام کا صحیح نمونہ بن سکتا ہے؟

اگر ایک طرف ترکی میں اسلام کی باتیں ہوتی ہیں اور وہاں اسلام دشمن پالیسیوں میں تبدیلی رونما ہو رہی ہے تو دوسری طرف یہ مطالبات بھی زور پکڑ رہے ہیں کہ عالم اسلام کو ترکی کی نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

ترکی اب جس حالت میں ہے، اس میں یہ بات ناممکن ہے کہ اسے ایک آئیڈیل اسلامی ملک قرار دیا جائے کیونکہ یہ مسلمانوں کے اس وقت نمونہ بن سکتا تھا جب یہاں رائج نظام سو فیصد قرآن وحدیث کے موافق ہوتا۔ موجودہ حالت میں ترکی میں رائج نظام حکومت کسی زاویہ سے بھی ایک مکمل اسلامی نظام نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ترکی میں اب بھی وہی جمہوری نظام رائج ہیں جو کہ اسلامی نظام حکومت سے میل نہیں کھاتا، آج اگر ترکی میں اسلام پسند جماعت کہلانے والی جماعت کی حکومت ہے تو کل کسی سیکولر جماعت کی حکومت دوبارہ لوٹ سکتی ہے (جس کے لئے امریکہ میں بیٹھے فتح اللہ گولن کوششیں کر رہے ہیں) ”کیونکہ نظام ہی ایسا ہے کہ جس میں عوام کی خواہشات اور رائے پر اعتماد کیا جاتا ہے“۔

اور آٹے میں نمک برابر اسلامی اصلاحات دوبارہ اُلٹ سکتی ہے اور پھر اسی اتاترکیت کا راج ہوگا جس کی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر ہے۔ لہٰذا یہ نظام اپنی آزادانہ سوچ اور بے راہ روی کیساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے کسی مغربی اور کافر معاشرے کے مزاج کے مطابق تو ہوسکتی ہے لیکن ایک اسلامی معاشرے میں جہاں عوام نہیں بلکہ قرآن اور رب قرآن کا حکم سپریم لاء تصور ہوتا ہے، کے لئے کسی طرح ایک قابل تقلید نمونہ نہیں ہوسکتا۔

اگر ہم ترکی کی خارجہ پالیسی (Foreign Policy) پر غور کریں تو وہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، سب سے پہلی بات جسے سیاسی طور پر پورے عالم اسلام میں بھی قبول کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اسی ترکی نے سب سے پہلے مسلمانوں کی سرزمین پر نمودار ہونے والی ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کو تسلیم کیا، ۲۸ مارچ ۱۹۴۹ء کو ترکی نے اسلامی ممالک میں سب کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اس ریاست کے وجود کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا۔ اگرچہ اس وقت اور موجودہ حکومت میں کافی فرق ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یوں بھی نہیں ہے کہ ترکی کے موجودہ حکمران اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کا

ارادہ رکھتے ہوں۔۔کسی ملک کوتسلیم کرنے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ کیا یہ اس کے وجود کی جواز پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے مترادف نہیں ہے؟ اگر ترکی ایک قابلِ تقلید (Role Model)تسلیم کیا جائے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام مسلمان اسرائیل کی صہیونی خبیث ریاست کے وجود کو جائز مان لیں۔ جو بہرحال ایمان کی ذرا سی رمق رکھنے والے مسلمان کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہے۔

ترکی کے بارے میں آپ کو علم ہوگا کہ ۱۹۵۲ء میں ترکی نیٹو (North Atlantic Treaty Organization) ممالک میں شامل ہوگیا، اور نیٹو کا کردار اگر پہلے واضح نہیں تھا تو افغانستان پر امریکی جارحیت (Aggression) میں وہ سب کے سامنے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا۔ترکی نے دیگر ممالک کے ہمرکاب ہوکر افغانستان میں ۲۰۰۱ء میں اپنی افواج اُتاریں، تقریباً ۲۹۰ کے قریبی ترک فوجی پہلے مرحلے پر افغانستان آئے اور ایک اسلامی ملک اور اسلامی حکومت کو گرانے میں عالمی بدمعاشوں کے صف میں کھڑا ہوگیا۔صرف شرکت نہیں بلکہ ترکی نے باقاعدہ دومرتبے ایساف کی قیادت کی، پہلی دفعہ جون ۲۰۰۲ء سے لیکر فروری ۲۰۰۳ء تک اور پھر اسی طرح ۲۰۰۵ء میں دوبارہ ایساف کی قیادت سنبھالی۔افغان افواج اور افغان پولیس کو تربیت دی اور باقاعدہ اس جنگ میں اسلام کے خلاف برسرپیکار رہے۔

کفار کیساتھ اس اتحاد میں ترکی سمیت اور بھی کافی سارے نام نہاد مسلمان ممالک شامل تھے لیکن چونکہ وہ ہمارا موضوع نہیں ہے اسی وجہ سے صرف ترکی کا تذکرہ ہورہا ہے۔وہ لوگ جو ترکی کو تمام مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ قرار دے رہے ہیں ان سے سوال یہ ہے کہ کیا کسی اسلامی ملک کے لئے یہ جائز وہ کہ وہ ایک ظالم کافر ملک کا ساتھی بن کر مسلمانوں پر چڑھ دوڑے؟ اگر عالم اسلام موجودہ ترکی کی راہ پر چل پڑے تو کیا وہ اپنی اسلامیت اور اپنے ایمان کو برقرار رکھ سکیں گے؟ مسلمانوں کے خون سے رنگین ہاتھ لئے ترکی کے موجودہ نظام کو مسلمانوں پر مسلط کرنا اغیار کا ایجنڈہ ہے جسے وہ خوشنما بنا کر پیش کررہے ہیں۔

مستقبل کا ترکی اور عالم اسلام کی قیادت

ترکی میں اسلام کے بارے میں واقع ہونے والی تبدیلی سے قطعاً گنجائش ممکن نہیں ،وہاں کی انصاف اور عدالت نامی حکمران جماعت ترکی کی سیکولر فوج کی نسبت سے قدرے بہتر ہے،اس پارٹی نے اپنے حکومت کے آغاز سے مصطفیٰ کمال اتاترک کی بعض ظالمانہ پالیسیوں کا خاتمہ کیا۔ترکی میں حجاب پر ۱۹۲۳ء سے پابندی تھی،جس کی خاتمے کے لئے ابھی تک کسی نے یا تو کوشش ہی نہیں کی تھی یا وہ ٹوٹی پھوٹی کوششیں ناکام ہوچکی تھیں۔اور مسلمانوں کے ملک میں مسلسل نوے سال تک پارلیمنٹ میں حجاب پر پابندی رہنے کے بعد اس جماعت نے اس پابندی کا خاتمہ کیا جسے ترکی کی تاریخ میں ایک بڑا کارنامہ قرار دیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ کچھ مزید اقدامات بھی کیے جس سے مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل درآمد کرنے میں آسانی ملی۔مثلا اسلامی تعلیم کے حصول میں موجود رکاوٹیں کافی حد تک کم ہوئی۔

ترکی کی موجودہ حکمران جماعت جو کہ ایک اسلام پسند سیاسی پارٹی کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہے، اگر اپنے آپ کو مکمل طور اسلامی ڈھانچہ میں ڈالیں اور مغربی جمہوریت کے قیود سے اپنے آپ کو نکالیں ،اور ملک کو دوبارہ اسی حالت پر لیجائے جیسا کہ اس سے پہلے عثمانی دورِ حکومت میں تھا، تو یہ اس صورت میں تمام عالم اسلام کی قیادت کا فریضہ انجام دینے کا اہل ہوگا وگرنہ چند ایک اسلامی احکام کو سامنے لاکر پوری امت مسلمہ کو اس سے دھوکہ دینے کی کوشش کبھی کامیابی سے ہمکنار سے نہ ہوسکے گی۔ بلکہ ضروری ہے کہ شریعت کی مکمل متابعت کی جائے ،عدلیہ مقنّنہ، انتظامیہ اور ملک کے تمام اداروں کے لئے قرآن وحدیث ہی آئین ودستور ہو۔اس صورت میں یہ نظام مسلمانوں کو قابلِ قبول ہوسکتا ہے۔

بقیہ: میڈیا کا بے لگام گھوڑا

حتیٰ کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار و بے راہ روی، جنسی وخلاقی انارکی یہاں تک کہ ظالم وجابر حکومتوں اور ڈکٹیٹروں اور آمروں کا دفاع اور حمایت کرتے ہوں گے۔ہم اس انداز اور اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں گی۔ہم یہودی ایسے دانشوروں، ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی حوصلہ افزائی کریں گے جو بدکردار ہوں اور خطرناک مجرمانہ ریکارڈ رکھتے ہو۔ہم ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعے کنٹرول کریں گے۔ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے وہ پوری دنیا کو دیکھنا ہوگی‘‘۔

ان اہداف پر غور کریں اور پھر آج دنیا بھر کے میڈیا پر ایک نظر دوڑائیں تو آپ کو یہ بات سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ یہ تمام اہداف حاصل ہوچکے ہیں۔اس وقت دنیا کا ستانوے فیصد میڈیا تین بڑی کمپنیوں کی ملکیت ہے اور یہی میڈیا باقی چھوٹے چھوٹے میڈیا ہاؤسز کا رخ متعین کرتا ہے۔آج کا دور وہ زمانہ ہے کہ سیدالانبیاء ﷺ نے جس کے بارے میں خبر دی تھی، وہ دور کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام اجنبیت میں چلا جائے گا۔صحیح مسلم کی اس حدیث کے حسن الفاظ یہ ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمر نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’اسلام کی ابتداء بھی اجنبیت کی حالت میں ہوئی تھی اور عنقریب دوبارہ اجنبیت کی حالت کی طرف لوٹے گا‘‘۔یہ اجنبیت کیوں ہے؟ یہ بے نام ونشاں ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان کس لیے دربدر ہیں؟ اس لیے کہ آج کے دور کے سرکش گھوڑے کی لگامیں ان کے ہاتھ میں ہیں جو ہمیں روندنے کا عزم رکھتے ہے اور اسے پورا کررہے ہیں۔لیکن یہ ڈیڑھ ارب سے زیادہ بے نام نشاں مسلمان اس سرکش گھوڑے کی ٹاپوں تلے مسلے جانے کے بعد بھی اسی گھوڑے سے توقع رکھتے ہیں، اسی سے گلہ کرتے ہیں ،اسی کو کہتے ہیں کہ ہمارا سچ بھی دکھاؤ۔ ایسا نہیں ہوگا ،ہرگز نہیں۔یا تو اس سرکش گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لو یا پھر اس کے مقابل پنا ’’اسپ تازی‘‘ لے کر میدان میں نکلو۔

اسلام میں حاکمیت اور قانون سازی محض اللہ تعالیٰ کا حق ہے

قانون سازی کو محض اللہ مالک الملک ہی کا حق سمجھنا اسلامی عقائد کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے اور قرآن کریم کی بہت سی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ان الحکم الا للہ أمر ألا تعبدوا الا ایاہ ذلک الدینُ القیمُ ولکن اکثرالناسِ لایعلمون﴾یوسف : ٤٠)

''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں''۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ عَمَّا جَاءكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجاً وَلَوْ شَاء اللّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُم فَاسْتَبِقُوا الخَيْرَاتِ إِلَى الله مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (48) وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللّهُ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ (49) أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾المائدہ ٥٠)

''اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر شامل ہے۔ تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کیلئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اس نے تمہیں دیئے ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن باتوں میں تمہیں اختلاف تھا وہ تمہیں بتا دے گا ۔۴۸۔ اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اُسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تمہیں بہکا نہ دیں اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔۴۹۔

کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہشمند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کیلئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟''

پس اگر کوئی قوم، جماعت، معاشرہ، حکومت یا نظام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور احکام اسلام پر کاربند ہیں تو ضروری ہے کہ وہ قانون سازی اور فیصلہ کرنے کا حق بھی اللہ ہی کیلئے خالص کریں۔ اور اگر ان میں سے کوئی گروہ یہ زعم بھی رکھتا ہے کہ وہ مسلم ہے لیکن اللہ رب العزت کا یہ حق تسلیم کرنے سے بھی انکاری رہتا ہے اور اپنے معاملات میں شریعت کی طرف رجوع بھی نہیں کرتا..... تو اللہ نے ایسے لوگوں کے بارے میں واضح فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ قطعاً مومن نہیں۔ حق تعالیٰ شانہُ فرماتے ہیں:

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً﴾

تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

پاکستان میں قانون سازی کا حق مطلقاً پارلیمانی اکثریت کو حاصل ہے

درج بالا اسلامی عقیدے کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں قانون سازی اور فیصلے کا حق کس کے پاس ہے؟ کیا یہ حق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے مختص ہے؟ یا یہ اس پارلیمان کی غالب اکثریت کا حق ہے جسے یہ ''مجلس شوریٰ'' کے نام سے بھی پکارتے ہیں؟

اس نہایت اہم سوال کا حتمی جواب ہمیں ریاستِ پاکستان کی اساسی قانون دستاویزات میں ملتا ہے۔ چنانچہ جب ہم دستورِ پاکستان پر نظر ڈالتے ہیں، جو بقول ان کے ''ابوالقوانین'' ہے، تو اس میں یہ بات پوری وضاحت اور قطعیت کے ساتھ درج ہے کہ دستور میں ترامیم کرنے اور نئے قوانین صادر کرنے کا حق نمائندگانِ پارلیمان کی غالب اکثریت کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

لہٰذا اس دستور کے عطا کردہ حق کے مطابق اگر یہ لوگ چاہیں تو پاکستان کا نام ''اسلامی جمہوریۂ پاکستان'' رکھ دیں، اور اگر یہی لوگ چاہیں تو دوتہائی اکثریت کے ساتھ اس کا نام تبدیل کر کے ''امریکی جمہوریۂ پاکستان'' یا ''مسیحی جمہوریہ پاکستان'' رکھ دیں...... ان کے اکثریتی فیصلے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اسی طرح اگر نمائندگانِ پارلیمان چاہیں تو ''وفاقی شرعی عدالت'' قائم کر دیں، اور اگر چاہیں تو ''وفاقی غیر شرعی عدالت'' قائم کر دیں، ان کو مکمل حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر یہ چاہیں تو دستور کو مکمل تبدیل کر کے اس میں سے وہ مواد بھی حذف کر دیں جس کی بناء پر دستورِ پاکستان یا ریاست پاکستان کے اسلامی ہونے کا شبہہ ہوتا ہے...... یہ ان کا حق ہے جس کی ضمانت خود دستور انہیں فراہم کرتا ہے۔

دستور کی دفعہ ۲۳۸ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ پارلیمان کو دستور میں ترامیم کا حق حاصل ہے۔ جبکہ دفعہ ۲۳۹ میں آئینی ترمیم کے لئے دوتہائی اکثریت کی شرط لگائی گئی ہے۔ اس دفعہ کے تحت پانچویں اور چھٹے بند میں دو انتہائی اہم باتیں نصاً مذکور ہیں:

دوسری بات یہ کہ ہر قسم کے شک کو رفع کرنے کیلئے یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ

مجلس شوریٰ (یعنی پارلیمان) کو دستور کی دفعات میں ترمیم کا لامحدود اختیار حاصل ہے۔

ممکنہ شبہات اوران کا رد

یہاں دوشبہات وارد ہوسکتے ہیں:

پہلا شبہہ :مسلم معاشرے کی مصلحت کے لئے ہی مسلم نمائندگان دستور سازی کرتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی اعتراض کرنے والا یہ کہے کہ آخراس بات میں حرج ہی کیا ہے کہ ''مسلم عوام کے نمائندگان'' باہمی مشورے سے ''مسلم معاشرے کی مصلحت'' کی خاطر دستور سازی کریں؟

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ دستور کی مذکورہ نصوص میں ایسی کوئی قید نہیں لگائی گئی جواس اعتراض میں ذکر کی گئی ہیں: یعنی نہ تو اس میں ''مسلم معاشرے'' کا ذکر ہے اور نہ اس کی ''مصلحت'' کا۔ یہ نصوص تو دستور میں ترمیم کے لئے دوتہائی اکثریت کے اتفاق کے علاوہ کوئی شرط نہیں لگاتی ہیں اور پھر نہایت تاکید کے ساتھ دوتہائی ارکانِ پارلیمان کے آئینی ترمیم کے حق کا بھرپور تحفظ بھی کرتی ہیں۔

پس یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ دستورِ پاکستان کے تحت تمام امور میں قبول ورد کا حتمی فیصلہ نمائندگانِ پارلیمان کی دوتہائی اکثریت کو حاصل ہے۔ دستور کا یہ اصول شریعت کے بالکل منافی ہے۔ اسلام تو ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ یہ مقام تو صرف اللہ کی نازل کردہ شریعت کو حاصل ہے کہ اس کے باہر حکم کو بلانزاع قبول کیا جائے، ہر اس قانون، حکم یا ضابطے کو رد کردیا جائے جو شریعت کے موافق نہ ہو اور کسی کا بھی یہ حق تسلیم نہ کیا کہ وہ خلافِ شریعت فیصلہ کرے......کواہ اس فیصلے کو دوتہائی اکثریت بلکہ پورے پارلیمان کی اجتماع تائید ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

دوسری بات یہ کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ مسلم معاشرے کے نمائندے اپنے قوانین یا دستور کی نصوص میں ترمیم واصلاح کریں بشرطیکہ یہ سارا عمل اللہ کے دین اوراس کی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے انجام پائے،لیکن دستور میں تو ایسی کوئی شرط مذکور نہیں۔ پاکستان کا دستور تو الٹا اس بات پر زور دیتا نظر آتا ہے کہ دوتہائی اکثریت کو دستور میں ہر قسم کی ترمیم کا حق حاصل ہے،اور غالب اکثریت والے فیصلے پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں۔

دوسرا شبہہ :شریعت سے متصادم قوانین کو دور کرنے کے لئے وفاقی عدالت تشکیل پاچکی ہے ممکن ہے کہ کوئی دوسرا معترض یہ کہے کہ دستور نے وفاقی شرعی عدالت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ قرآن وسنت سے متصادم ہر قانون کو رد کردے۔ اس اعتراض کا تفصیلی جواب تو آگے چل کر وفاقی شرعی عدالت پر بحث کے تحت آئے گا لیکن سرِدست صرف اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ اس عدالت کو کوبھی دیگر عدالتوں کی طرح دستور کی دفعات پر نگاہ ڈالنے کا حق حاصل نہیں کیونکہ یہ اس دائرہ اختیار سے ہی باہر ہے اور بات دستور میں پوری صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

(ماخوذ از سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ)

بقیہ (وسطی افریقہ میں مسلمانوں کی خوفناک نسل کشی)

بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتل،لوٹ مار کررہی ہے۔اس دہشت گرد تنظیم کا کہنا ہے کہ وہ مسلمانوں کی جانب سے گذشتہ برس اقتدار پر قبضے کا بدلہ لے رہی ہے۔اینٹی بالاکا کی دہشت گردی کی وجہ سے مسلمان جن کی دارالحکومت میں واحد خوراک میں مقامی طور پر پالے ہوئے سوروں کا گوشت کے سوا کوئی دوسری شئے میسر نہیں،یہ بد ترین صورتحال دارالحکومت بانگوئی سے مسلمان تاجروں کے مجبورا ہجرت کئے جانے کے بعد پیش آرہی ہے۔دارالحکومت میں تھوک کا کام کرنے والے اور چھوٹے دکانداروں کی بڑی تعداد مسلمان برادری پر مشتمل ہے۔

الغرض! وسطی جمہوریہ افریقہ کی خوفناک صورتحال سے یہ بات صاف دکھائی دے رہی ہے کہ یہاں اقوام متحدہ کی نام نہاد امن افواج مسلمانوں کی نسل کشی روکنے میں ناکام ہوئی ہیں۔اقوام متحدہ کے بھیجے ہوئے نام نہاد امن دستے نہ صرف خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں بلکہ وہ اینٹی بالاکا کے دہشت گردوں کو مسلمانوں پر حملوں کا موقع بھی فراہم کررہے ہیں۔اس نازک صورتحال اور وقت کا تقاضہ ہے کہ عالمی امن کے نام نہاد ٹھیکے دار عیسائی دہشت گردوں کے ظالمانہ ہاتھ روکیں اور جمہوریہ وسطی افریقہ میں مظلوم مسلمانوں کا تحفظ کریں،اوران ظالموں کو قانون کے شکنجے میں لائے جو مسلمانوں کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کررہے ہیں۔انیسویں صدی کے اوائل تک وسطی افریقہ کے لوگوں کا بیرونی دنیا سے وسطہ بہت کم پڑا تھا۔اسلام یہاں آنیوالے عرب تاجروں کی بدولت پھیلا۔عیسائیت اور یہودیت جیسے بڑے مذاہب کا گزر یہاں ممکن نہ ہوسکا اور نئی دنیا کے خیالات کی روشنی بھی ان تک پہنچے میں ناکام رہی۔مسلمان تاجروں کی یہاں آمد بھی انیسویں صدی کے اوائل میں ہی ہوئی۔ ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ غلاموں کے تاجروں کی نگاہ یہاں پر پڑگئی اور اگلے پچاس سالوں میں سوڈان ، چاڈ، کیمرون ،دارالکوتی کے تاجروں نے یہاں کی افرادی قوت کا جی بھر کر استحصال کیا۔ ۱۸۸۰ء میں فرانس نے اس علاقے پر قبضہ کرلیا اور اگلے ۸۰ سال تک اسے اپنی سلطنت کا حصہ بنائے رکھا۔ ۱۹۶۰ء میں جمہوریہ وسطی افریقہ کو آزادی نصیب ہوئی اور ڈیوڈ ڈیکو پہلے صدر بنے۔ ۱۹۶۶ء میں ڈیکو کے کزن، آرمی چیف ژاں بیدل بوکا سانے اقتدار پر قبضہ کرکے ایک آمرانہ حکومت قائم کردی اور علاقے کو سلطنت وسطی افریقہ کا نام دیا۔

پاکستانی عقوبت خانوں میں مجھ پر کیا گزری

زیر نظر واقعہ ایک پاکستانی عالم دین کیا ہے، جنہیں پاکستانی پولیس نے گرفتار کیا تھا اور پھر وہ دو سال تک جیل میں رہا، ایک مغربی خاتون صحافی نے ان سے انٹرویو کیا اور اسے مغربی مما لک میں کئی اخباروں نے شائع کیا ہے۔ آپ بھی اس غیر انسانی سلوک کو پڑھ کر پاکستانی سیکورٹی اداروں کی انسانیت دشمنی کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے۔

۱) نام :
محمد یحیٰ (مستعار نام)

۲) عمر: ۲۸ سال

۳) شہریت: پاکستانی

۴) مذہب: دین اسلام

گرفتاری کی حالت:

میں مدرسہ انوار العلوم میں پڑھ رہا تھا، اور مذہبی امور کیساتھ لگاؤ تھا۔ میں ایک دن شب جمعہ میں شرکت کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا کہ میرا ایک دوست جو اسی گاڑی میں میرے ساتھ سفر کر رہا تھا، اس پر خفیہ اداروں کا شک تھا، اور میں آج تک یہ نہیں جان سکا کہ وہ کیوں مشکوک بنا، لہٰذا اس کے ساتھ مجھے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

پہلے ہمیں ضلع چارسدہ کے ڈسٹرکٹ تھانہ لے گئے اور وہاں ہمیں نئے حالات کا سامنا کرنا پڑ، وہاں پر موجود پولیس اہلکاروں نے بغیر پوچھ گچھ کے مجھے مجرم، دہشت گرد اور دوسرے نازیبا الفاظ سے پکارنا شروع کیا، جو کہ میرے لئے بالکل ایک غیر متوقع صورتحال تھی۔ اور ساتھ ساتھ ان کی طرف سے مجھے مارنے پیٹنے کا عمل بھی جاری رہا۔ اولاً تو میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید ان کو دھوکہ ہوا ہے اور کسی دوسرے کی شک میں مجھے گرفتار کیا۔ لیکن یہ شک اس وقت ختم ہوا جب اس تھانے کے سینئر آفسر نے مجھے کہا کہ آپ دہشت گرد ہو۔

اس تھانے میں جانے کے بعد ایک نئے تجربے کا سامنا ہوا، میں کمرے میں بیٹھا تھا کہ میرے ایک ساتھی کو باہر لے گئے۔ کچھ دیر تک میں باہر شور، چیخنے اور رونے کی آوازیں سن رہا تھا، پھر اس ساتھی کو اندر واپس لائے اور مجھے باہر لے گئے۔

یہاں تقریباً ۲۵ سے ۳۰ تک پولیس اہلکار موجود تھے، اور انہوں نے مجھ پر ''اشر'' شروع کیا (اشر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بہت سارے لوگ جمع ہوتے ہیں اور گندم کی فصل کو اکھٹے تھریشر کرتے تھے) بالکل اسی طرح پولیس کے ہاں اشر یہ ہے کہ تمام موجود اہلکار آپ کو لاتوں، ڈنڈوں اور جوتوں سے مارتے رہیں گے۔ لہٰذا مجھ پر اشر کا یہ مرحلہ جاری ہوا اور میں تقریباً ۳۰ پولیس اہلکاروں کا تشدد سہہ رہا تھا۔ یہ تھا اشر کا مرحلہ۔

اشر کے بعد میں اپنی جگہ سے بے حس وحرکت پڑا تھا اور تمام پولیس تھکے ہوئے میرے اردگرد موجود تھے میں سمجھا کہ بس ابھی تشدد کا خاتمہ ہوا، لیکن پولیس والے اپنی تھکاوٹ دور کرنے کیلئے ایک نیا حربہ آزمانے لگے۔ چار پولیس اہلکار میرے قریب آئے اور مجھے ہاتھوں پاؤں سے پکڑ کر اُٹھایا، اور مجھے ہوا میں دو تین دفعہ بلند کرنے کے بعد ایک نعرہ لگایا اور مجھے ہوا میں چھوڑ کر میں فرش پہ گرا۔ یہ عمل میرے ساتھ دو تین دفعہ دہرایا گیا۔

اب رات کافی حد تک گزر چکی تھی اور پولیس اہلکاروں پہ نیند کا غلبہ محسوس ہو رہا تھا۔ لہٰذا وہ سونے کیلئے جانے لگے لیکن اس سے پہلے میرے خواب کا بھی انتظام کیا، جبکہ میرے جسم کا ہر حصہ درد کر رہا تھا اور کئی جگہوں سے خون بہہ رہا تھا۔

اس دوران پولیس والے آئے اور مجھے اس طرح باندھا کہ میرے پاؤں زمین سے دو تین فٹ بلند تھے۔ گرمی نے میرے مشکلات میں اور اضافہ کیا۔ جسم سے پسینہ جاری تھا جو زخموں پر سے گزر رہا تھا۔

میرے جسم پہ چونکہ تازہ خون بھی لگا تھا لہٰذا یہ مچھروں کے لئے ایک اچھی شکارگاہ کا کام دے رہا تھا۔ میرے اکثر زخم اس آلے کی وجہ سے تھے جو موچی لوگ جوتے کے لئے استعمال کرتے ہیں اسی مقامی زبان میں رینہ بولتے ہیں۔ اور یہاں پولیس نے اس آلے سے میرے پورے جسم کو زخمی کر دیا تھا۔

میں نے اسی حالت میں جاگ کر رات گزری اور صبح تک اسی حالت میں تھا۔ صبح میرے تفشیش کا آغاز ہوا اور ایک پولیس آفسر توصیف حیدر آئے، جو ایس ایس پی کے عہدے پر فائز تھے، اس نے میری تفشیش شروع کی۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ شاید ایک افسر ہے جس کا رویہ انسانی ہوگا۔ اس نے آکر مجھ سے سوالات شروع کیئے۔ اور ان چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگا جس کا مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے سپاہیوں کو بلایا اور اس کے حکم پہ پانی سے بھری ایک بالٹی لائی گئی۔ دو بندوں نے میرے ہاتھ پکڑے اور اس افسر نے میرا سر پانی میں ڈبو دیا اور مسلسل پانی میں رکھا۔ اس وقت میں اپنی زندگی سے ناامید ہوا اور میں یہ سمجھنے لگا کہ یہ شاید یہ میری آخری سانسیں ہیں، جب انہیں یہ محسوس ہوتا کہ اب یہ مرنے کے قریب ہے تو مجھے چھوڑتے اور پھر وہ سوالات دھراتے رہے۔ میرے پاس ان کے سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا، اس وجہ سے وہ میرے ساتھ دوبارہ یہی عمل دوہراتے اور یہ عمل میرے ساتھ تین دفعہ دہرایا گیا۔ میں نے تفشیشی آفسر سے اس تشدد کی وجہ پوچھی تو مجھے کہا گیا کہ آپ کا تعلق ایک دہشت گرد تنظیم سے ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھی دہشت گرد ہو۔

آپ نے پوچھا کہ گھر کے ساتھ رابطے کی کیا صورت تھی؟ تو اسی رات انہوں نے میرے تصاویر لیے اور وہ لیکر ہمارے گھر کو پہنچے، میرے والد صاحب کو وہ تصاویر دکھائی کہ یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ لہٰذا اسے بھی پکڑ کر راتوں رات لے گئے، ان کی عمر ۶۰ سال سے زیادہ ہے۔ میرے گھر کی تلاشی لی اور گھر کی بے عزتی کی۔ ایک پختون معاشرے میں رہنے والے شخص کو اس کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ کتنی دشوار بات ہوتی ہے۔

جب یہاں تفشیش ہوئی تو مجھے دوسرے تھانے لیجانے کا حکم آیا، میں چونکہ انتہائی تشدد سہہ چکا تھا اور اس قابل نہیں تھا کہ گاڑی میں چڑھ سکوں، لہٰذا چہار پولیس والوں نے مجھے ہاتھ پاؤں سے پکڑ کر ایک بوری کی طرح اٹھا کر گاڑی میں پھینکا۔ اس حالت میں دوسرے تھانے پہنچا، یہاں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں تین اور قیدی بھی تھے، اسی کمرے میں ایک بغیر دروازے کا لیٹرین تھا، یہاں نہ تو بجلی تھی، نہ پنکھا وغیرہ اور انتہائی گرمی کا موسم تھا۔ لہٰذا اس سختی کا اندازہ ہمیں ہی ہوسکتا تھا۔ یہاں پہنچ کر تقریباً ۳۳ گھنٹوں سے میں نے کچھ نہیں کھایا تھا اور پولیس کی طرف سے ہمیں کچھ بھی نہیں مل رہا تھا، اب ایک صورت کھانے کی پیدا ہوئی کہ وہاں جو قیدی تھے ان کے لئے گھر سے تھوڑا بہت کھانا آتا تھا۔ لہٰذا جو کچھ ان سے بچ جاتا مجھے وہ دیا جاتا میں اسے کھالیتا۔ تقریباً ایک مہینہ تک میں مختلف تھانوں میں رہا مجھے یہ نہیں معلوم کہ پاکستانی قانون کی رو سے عدالت میں ملزم کو پیش کرنا کتنے وقت میں لازمی ہوتا ہے۔ ایک مہینہ بعد ہمیں عدالت میں پیش کیا گیا، پیشی سے پہلے پولیس نے ہمیں کہا کہ آپ عدالت میں یوں بیان دیں، اس سے آپ کو رہائی ملے گی۔

بقیہ صفحہ 41 پر

وسطی افریقہ میں مسلمانوں کی خوفناک نسل کشی

عبدالرافع رسول

چاردانگ عالم مسلمانوں کی لاچارگی ، بے بسی ،ان پر ڈھائے جارہے دل دہلانے والے مظالم،ان کی دلدوز چیخیں ''ھل من ناصرینصرنا'' کی پکار پر دل خون کے آنسوں رونے پر مجبور ہے۔کشمیر،فلسطین ، برما اور افغانستان کے المیے کیا کم تھے کہ افریقہ میں بھی ایک اور المیہ پیش آیا۔جمہوری وسطی افریقہ میں کئی ہفتوں سے عیسائی دہشت گرد تنظیم اینٹی بلاکا کی دہشت گردانہ حملوں سے مسلمان زیر عتاب ہیں ،مسلمانوں پر ہورہے ظلم وستم اور آتش وخون کا مہیب سلسلہ جاری ہے۔فرانسیسی فوج اور افریقی یونین کے امن دستوں کے سامنے عیسائی تنظیم کے دہشت گرد مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام کرنے کے بعدان کی لاشوں کوجلارہے ہیں۔لیکن کشمیر، برما، فلسطین اور افغانستان کی طرح وہاں بھی مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہیں جب کہ اقوام متحدہ نے بھی چپ سادھ لی ہے۔

دو ماہ کے دوران عیسائی دہشت گردوں کے ہاتھوں نہایت سنگدلی سے ہزار ہا مسلمان باشندوں کوشہید کیا جاچکا ہے اوران کی املاک کوچشم زدن میں آگ لگا کر بھسم کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کی بستیوں کوتاراج کیا جارہا ہے۔المیہ یہ ہے کہ دنیا میں اس عیسائی دہشت گردی کے خلاف کہیں سے بھی کوئی آواز نہیں اٹھ رہی اور کسی کو مسلمانوں پر جاری ظلم وبربریت نظرنہیں آرہی ،مظلوم افریقی مسلمانوں پر اپنے لب سی لینے پر مغرب کے دجالی میڈیا سے تو شکوہ نہیں البتہ مسلمان ممالک کے ڈالرمیڈیا کی جمہوری وسطی افریقہ مسلمانوں کی خاک بسری ، بے بسی اور لاچاری پر خاموشی جتنا افسوس کیا جائے کم ہے ۔اپنے میڈیا چینلز کی صورتحال دیکھ کرایسا لگ رہا ہے کہ ہمارا میڈیا ابھی تک شریعت کی تشریح سے فارغ نہیں ہوا اگر درمیان میں اسے کچھ فراغت مل بھی رہی ہے تو بھارتی اداکاروں کی خیروعافیت کی خبریں اور فحش بھارتی فلموں کو دکھانا ان پر لازم ہے کیوں کہ آخر وہ ہمسایہ ملک تو ہے نا اسی لئے وہ جمہوری وسطی افریقہ کے مسلمانوں پر بیت جانے والی قیامتوں پر مہرلب ہے ۔اب تو ویسے بھی ہمارا میڈیا مسلمانوں پر دھائے جانے مظالم پر خود ساختہ دلائل اور توجیہات سے تہی داماں ہوجاتا ہے اور بڑی لجاجت کا مظاہرہ کررہا ہے۔عالمی سطح پر اس مجرمانہ خاموشی سے یہ بات الم نشرح ہورہی ہے کہ جمہوری وسطی افریقہ میں عیسائی دہشت گردوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام، وسطری افریقہ سے مسلمانوں کے نسلی صفایا کی منظم کوشش ہے۔

خطرات کی تمازت کے باعث تادم تحریر وسطی افریقہ سے ۸ لاکھ مسلمان ہجرت کر کے ہمسایہ ممالک چاڈ ، کیمرون اور دوسرے مقامات کی جانب منتقل ہوگئے ہیں ۔انسانی حقوق کی تنظیم ایمنیسٹی انٹرنیشنل نے اپنی ایک تازہ رپورٹ میں کہا ہے کہ عیسائی دہشت گرد تنظیم اینٹی بالا کے حملوں کے نتیجے میں وسطی افریقہ سے مسلمانوں کا تاریخی انخلاء دیکھنے میں آیا ہے اس نے خبردار کیا کہ ایسی صورتحال رہی تو وہ دن دور نہیں جب وسطی افریقہ سے مسلم اقلیت کا نام ونشان مٹ جائے گا ، عیسائیوں کی طرف مسلمانوں پر حملوں کا آغاز گزشتہ سال اس وقت ہوا جب مسلمانوں کی تنظیم سیلیکا نے اقتدار حاصل کرلیا تھا۔عبوری وزیر اعظم آندرے نزاپائیکی نے اعتراف کیا کہ کوئی ایسی قوت موجود ہے جونہیں چاہتی کہ اس ملک میں مسلمان موجود رہیں ، ۹ فروری ۲۰۱۳ء اتوار کو مسلم آبادی پر حملوں کے خلاف تقریر کرنے والے ملک کی پارلیمان کے رکن جین ایمینوئل نجار واکو بھی عیسائی دہشت گرد تنظیم نے گولی مار کر ہلاک کردیا۔

ہرنئے دن کے ساتھ مسلمانوں پر تشدد اینٹی بلاکا کی طرف سے بدستور بڑھ رہے ہیں اور وہ بڑے منظم طریقے سے مسلم آبادیوں کونشانہ بنارہے ہیں۔مسلمانوں کی تنظیم سیلیکا اگر چہ عیسائی دہشت گردی کا مزاحمت کررہی ہے تاہم وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے وہ بھرپور مزاحمت نہیں کرپارہی۔عیسائیوں کی دہشت گردی اوران کے ظلم وستم کے باعث مسلم علاقے بالکل خالی ہوتے جارہے ہیں۔ واضح رہے کہ جمہوری وسطی افریقہ میں عیسائیوں کی طرف سے مسلم عداوت ،انتہا کو پہنچ چکی ہے اور انہیں اجتماعی طور پرنشانہ بنایا جارہا ہے۔ہیومن رائٹس واچ کے ڈائریکٹر پیٹر بوکارٹ کا کہنا ہے کہ انہوں نے دارالحکومت بنگوئی میں خود اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو قتل ہوتے دیکھا۔

افریقہ کے غریب ترین ملکوں میں شامل جمہوری وسطی افریقہ میں عیسائی مسلم کشیدگی ۲۰۱۳ء میں اس وقت شروع ہوئی جب مسلمانوں کی ایک تنظیم سیلیکا نے اقتدار سنبھال لیا ۔ اس طرح ملک میں پہلی بار مسلم اقلیت سے تعلق رکھنے والے مشعل جتو دیا نے عبوری صدارت سنبھالی لیکن حالت بگڑنے پر جنوری ۲۰۱۴ء میں وہ بھی عالمی دباؤ پر مستعفی ہوگئے ۔انکے استعفیٰ کے بعد ملک میں خانہ جنگی شروع ہوئی ،خانہ جنگی پر قابوں پانے کیلئے ،اقوام متحدہ کی درخواست پر فرانس اور افریقی یونین نے اپنے فوجی دستے وسطی جمہوریہ افریقہ بھیجے لیکن ان کی موجودگی میں امن قائم ہونے کے بجائے نہ صرف صورتحال سنگین ہوتی چلی جارہی ہے بلکہ ان کی آنکھوں کے سامنے مسلم برادری تشدد کا نشانہ بنی ہوئی ہے اور انہیں اجتماعی طور پر قتل کیا جارہا ہے۔انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس امر کا برملا اعتراف کیا کہ وسطی جمہوریہ افریقہ میں قتل ہونے والے مسلمانوں کی تعداد اقوام متحدہ کے اندازوں سے دی گئی ہے ۔اینٹی بالاکا نے فروری ۲۰۱۳ء کے پہلے ہفتے میں محض دودن کے عرصے میں ایک ہزار سے زائد مسلمانوں کو ہلاک کیا جن میں خواتین اور چھوٹے بچے بھی شامل ہیں ۔قتل وغارت کے دوران عام شہریوں کے گھروں کو بھی لوٹا جارہا ہے اور مسلم برادری کو جنگی جرائم کا ہدف بنایا جارہا ہے۔خون آلودہ خنجر ہاتھ میں لئے ہوئے اینٹی بالا کا نامی عیسائی تنظیم

بقیہ صفحہ 33 پر

چیدہ چیدہ

پاکستان کے صوبہ بلوچستان سے جبری طور پر لاپتہ کیے جانے والے افراد کے رشتہ داروں کی تنظیم وائس فار مسنگ بلوچ پرسنز نے سال ۲۰۱۳ کے دوران لاپتہ کیے جانے والے افراد اور تشدد زدہ لاشوں کی برآمدگی سے متعلق فہرست جاری کر دی ہے۔

یہ فہرست تنظیم کے وائس چیئرمین نصراللہ بلوچ نے منگل کے شام ایک پریس کانفرنس کے دوران جاری کی۔ نصراللہ بلوچ کا کہنا تھا کہ ۲۰۱۳ کے دوران بھی بلوچستان کے طول وعرض میں انسانی حقوق اور آئین وقانون کی سنگین خلاف ورزیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ۲۰۱۳ کے دوران بلوچستان سے ۵۱۰ افراد کو جبری طور پر لاپتہ کیا گیا اور ۱۶۱ لاپتہ افراد کی تشدد زدہ لاشیں پھینکی گئیں۔

نصراللہ بلوچ نے ان افراد کو لاپتہ کرنے اور لاپتہ کیے جانے والے افراد کی تشدد زدہ لاشیں پھینکنے کا الزام حکومتی اداروں پر عائد کیا۔

ان کا دعویٰ تھا کہ موجودہ حکومت خفیہ اداروں کے اختیارات کو محدود کرنے کے بجائے ان کی غیر آئینی اقدامات کو تحفظ دینے کیلئے تحفظ پاکستان آرڈیننس کے نام سے قانون سازی کر رہی ہے جس سے خفیہ اداروں کو مزید اختیارات مل جائینگے۔

انہوں نے اس آرڈیننس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اس کو اسمبلی سے منظور نہ کرائے کیونکہ مستقبل میں اس کو منظور کرنے والے بھی اس کے زد میں آسکتے ہیں۔

نصراللہ بلوچ نے وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک غیر سیاسی تنظیم ہے جو لاپتہ افراد کی بازیابی کے لئے پرامن جدوجہد کر رہی ہے مگر ان کا کہنا تھا کہ انصاف دینے کی بجائے انہیں تنگ کیا جا رہا ہے۔

ایک سوال پر تنظیم کے چیئرمین نے کہا کہ بلوچستان سے لاپتہ کیے جانے والے افراد کی تعداد ہزاروں میں ہے تاہم ان کی تنظیم نے اب تک ۱۲۷۰۰ افراد کی فہرست مکمل کوائف کے ساتھ تیار کی ہے۔

حکومت پر جب کافی زیادہ دباؤ پڑا تو انہوں نے اب ایک نئے طریقہ کار کو اپنایا، پہلے لوگوں کو قتل کر کے ان پر تیزاب پھینکتے تھے لیکن اب ان پر تیزاب پھینکنے کے بجائے انہیں باعزت طریقے سے نامعلوم مقامی پر اجتماعی قبروں میں دفن کرتے ہیں۔ اس سے ایک تو فوج کی بدنامی نہیں ہوگی، اور دوسری بات یہ ہے کئی سارے افراد بیک وقت مار دیے جائینگے تاکہ روزانہ کی بنیادوں پر بدنامی نہ ہو کہ آج وہاں مسخ شدہ لاش ملی اور کل وہاں، بلکہ اب ایک ہی وقت میں مہینے کا کام مکمل کیا جائیگا۔

خضدار کے علاقے توتک میں اسی فارمولے پر عمل کیا گیا اور تیرہ (۱۳) افراد کو مار کر ایک قبر میں ان پر مٹی ڈال دی گئی، جو بعد میں افشاء ہوئی اور پتہ چلا کہ یہ وہی لوگ تھے جنہیں حکومتی خفیہ اداروں نے اُٹھایا تھا۔ یہ اعتراف تو حکومتی اداروں نے کیا ہے جبکہ علاقے کے مکین کہتے ہیں کہ یہ تعداد تیرہ نہیں ہے، بلکہ کل تین قبریں دریافت ہوئی ہیں اور اس میں ڈالے گئے لاشوں کی تعداد سو سے اوپر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اسی بات پر اعتماد کیا جائے گا جو عوام کہے کیونکہ حکومت عام طور پر ایسے مواقع پر جھوٹ بولتی ہے۔

بیچارے غریب حکمران

الیکن کمیشن آف پاکستان نے سیاستدانوں کی ذاتی اموال کی تفصیل جاری کر دی ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف ایک ارب ترایسی کروڑ کے مالک ہے، کئی سارے سیاستدان ایسے ہیں جو ارب پتی ہیں، اسی طرح ان کی بھی کمی نہیں جو کروڑ پتی ہے اور کچھ تعداد ایسی ہے جو کہ ابھی تک کروڑ تک نہیں پہنچے ہیں۔

ایک غریب یا متوسط آدمی اس رپورٹ کو پڑھ کر حیران ہوا ہوگا کہ اگر ہمارے سیاستدانوں کے پاس اتنا پیسہ ہے تو یہ لوگ پھر ہمارے مشکلات کیوں نہیں حل کر پا رہے، اگر وزیراعظم کے پاس پونے دو ارب سے زیادہ دولت ہے تو وہ یہ کیوں عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں کر رہے، عوام تو حیران ہیں کہ یہ سیاستدان جن کے گلے ہماری غم اور درد سے خشک ہوگئے ہیں جو ہمارے لئے ہر جلسہ میں اتنا چیختے ہیں کہ ان کے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں یہ لوگ آخر کس طرح اتنے مالدار ہو گئے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان کو اٹھارہ کروڑ عوام کی فکر ہے اور وہ پھر اتنی دولت جمع کرے! یقین ہی نہیں آ رہا۔

لیکن یہ تو بات تھی بیچارے عوام کی، حقیقت تو یہ ہے کہ جتنے سرمائے ظاہر کئے جا چکے ہیں وہ کل سرمائے کا زکوٰۃ بھی نہیں ہے، ایک رکن قومی اسمبلی اپنا کل سرمایہ ستر پچھتر لاکھ کے درمیان ظاہر کیا ہے، حالانکہ اس کے بارے میں یہ بات ہمیں ذاتی طور پر معلوم ہے کہ جب ایک این جی اوز نے ان سے اشتہار کے لئے تصویر کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ میرے سیکرٹری سے رابطہ کرو، جب سیکرٹری سے رابطہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ ایک تصویر کی فیس ایک کروڑ روپیہ ہے، پھر آگے کا قصہ ہمیں نہیں معلوم کہ کیا ہوا لیکن یہ ہے کہ اس کی تصویر لی گئی اور باقاعدہ اس کی تشہیر کی گئی اس حالت میں کہ وہ بچوں کو پولیو ویکسین پلا رہے تھے۔ یہ فقط مشت از نمونہ خروار کے قبیل سے ہے ورنہ پاکستان جیسے ملک نا پرسان میں پتہ نہیں کیا کچھ نہیں ہوتا ہوگا۔

غرور و تکبر کی ایک اور نشانی کا خاتمہ

پاکستانی سیکورٹی اداروں میں ہر اس شخص کو عزت واحترم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو اسلام، مسلمانوں اور جہاد کے بارے میں سخت رویہ رکھتا ہو، اس کی بیشمار مثالیں ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہی ہیں، لیکن ان سب میں بازی لینے والا کراچی سی آئی ڈی پولیس

کا چوھدری اسلم تھا، چوھدری اسلم پاکستان کی بدنام زمانہ پولیس میں بھرتی ہوا اور پھر مار دھاڑ کرتا ہوا پولیس افسر بنا، کئی سارے بیگناہ شہریوں کو قتل کر کے پولیس میں ترقی پائی۔
جب پاکستان میں مجاہدین اور جہاد کے خلاف سرکاری سطح پر مہم شروع ہوئی تو اس میں چوھدری نے اپنی پوری قوت صرف کر دی، جس کسی پر مجاہد ہونے کا شبہ ہوا، جسے مجاہدین کا خیر خواہ سمجھا اسے پکڑا، اب چوھدری کی بہادری کا اصل مرحلہ شروع ہوتا ہے، ان قیدیوں کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر باہر لے جاتا اور انہیں شہید کرنے کے بعد میڈیا پر بیان جاری کرتا کہ آج اتنے دہشت گرد مارے، حالانکہ ان کی اکثریت بیگناہ معصوم شہریوں کی ہوتی لیکن چونکہ پاکستان میں اسلام کے علاوہ کسی کام پر پابندی نہیں اسلئے چوھدری کا اس کام سے روکنے کے لئے کوئی چیز آڑے نہیں آئی۔
چند بیگناہوں کو شہید کرنے کے بعد پاکستانی حکومت نے اس پر اپنی انعامات کی بارش شروع کر دی، پولیس میں بغیر قاعدہ اور امتحان کے ترقی دیکر ڈی ایس پی سے ایس پی بنا اور ساتھ ساتھ تمغہ امتیاز سے بھی نوازا گیا کیونکہ اسلام کا خلاف اس کا رویہ امتیازی تھا۔

مجاہدین کی جانب سے مسلسل اس کی نگرانی ہو رہی تھی، اس کے کالے کرتوت کو مجاہدین مانیٹر کر رہے تھے، پہلے اس پر ایک فدائی حملہ کیا گیا جو کہ ایک کھلی وارننگ تھی کہ وہ مجاہدین کے خلاف کاروائیوں سے رکے، لیکن جب اس پر پہلا حملہ ہوا اور اس میں وہ بچ گیا تو اس نے اور بھی غرور اور تکبر کا راستہ اپنایا۔ اور ہر جگہ یہ کہتا ہوا پھرتا تھا کہ میں ان کی نسلیں تباہ و برباد کر دونگا۔ یہ موقع تھا کہ چوھدری اپنے جرائم سے توبہ کرتا اور ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارتا لیکن اس مہلت سے بھی اس نے فائدہ نہیں اُٹھایا اور آخر کار مجاہدین کے ایک منظم اور کامیاب فدائی حملے کے نتیجے میں چوھدری کا قصہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ ہزاروں ماؤں، بہنوں کو رلانے والا یہ انسان آج اپنی مظالم کی صحیح قیمت وصول کر کے اس دنیا سے انتہائی ذلت اور رسوائی کیساتھ چلا گیا اور آخرت میں جو دردناک عذاب ہے اس کا مرحلہ تا حال باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام ظالموں کا یہی انجام کریں۔ آمین

ایکسپریس نیوز کی گاڑی پر حملہ

سترہ جنوری کو کراچی میں ایکسپریس نیوز کی گاڑی پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں مذکورہ ٹی وی کے تین اہکار ہلاک ہوئے، ایکسپریس میڈیا گروپ اپنے تمام ذرائع سے مجاہدین اور طالبان کی مکمل دشمنی کرتا ہے اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعہ عوام الناس کو مجاہدین سے بدظن کرنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ باقاعدہ طور پر افواج اور حکومت کو مجاہدین کے خلاف کاروائیاں کرنے کی مشورے دیتا ہے اور انہیں مجاہدین کی مخالفت پر اُبھارتا ہے۔ اس کے علاوہ اس گروپ کا جو ٹی وی چینل ہے اس پر فحاشی اور عریانی کا جو سیلاب جاری ہے وہ ایک مسلمان شخص کے دیکھنے کے بالکل قابل نہیں ہے۔

تحریک طالبان پاکستان نے اس سے پہلے تمام میڈیا کو مخاطب کیا تھا کہ وہ اسلام کے خلاف جاری اس جنگ میں حکومت اور فوج کا ساتھ نہ دیں اور ایک غیر جانبدار خبر رساں ادارے کے طور پر کام کریں، اسی طرح علماء کرام کی ایک جماعت سے تحریک طالبان پاکستان کے ترجمان احسان اللہ احسان صاحب نے میڈیا کے حوالے سے استفتاء کیا کہ میڈیا میں کام کرنے والے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ جس پر ایک تفصیلی فتویٰ علماء کرام نے جاری کیا جس میں تمام اداروں اور افراد کو اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ وہ اسلام اور مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈے اور ان کی دشمنی سے اجتناب کریں لیکن اس کے باوجود وہ باز نہیں آئے اور مسلسل حکومت کے لئے کمپین چلا رہے تھے۔ لہٰذا اس دفعہ مجاہدین نے عملی قدم اُٹھایا اور تمام میڈیا والوں کو ایک بار پھر خبردار کیا کہ وہ اپنی غیر اسلامی حرکتوں سے باز آئیں ورنہ اگر آج ایکسپریس تو کل کسی اور کی باری ہو سکتی ہے۔

تحفظ پاکستان آرڈیننس

حکومت پاکستان ایک نئے قانون کو ملک میں نافذ کرنا چاہتی ہے، اس قانون کے تحت خفیہ اداروں کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ کسی بھی شخص کو تین مہینے تک اپنے پاس رکھے اور وہاں انکی مرضی ہے جس طرح سلوک اس کے ساتھ کرنا چاہے وہ کر سکیں گے۔ اس قانون کی رو سے جو لوگ لاپتہ ہونگے انہیں لاپتہ نہیں کہا جائیگا، بلکہ وہ بھی زیر حراست تصور ہونگے۔ اس کے علاوہ اس قانون کے اور بھی بہت سارے دفعات ہیں جو سیکورٹی اداروں کو غیر معمولی اختیارات دیتے ہیں۔
اس قانون کا بنیادی مقصد ان خفیہ اداروں کے ظالمانہ اور پاکستانی قانون کی رو سے غیر آئینی اقدامات کو تحفظ فراہم کرنا ہے، اسی طرح پاکستانی عدالتوں میں آئے روز حکومتی اور فوجی اہلکاروں کی بے عزتی اور بے توقیری کا خاتمہ بھی کرنا ہے۔ تاکہ عدالت ان سے یہ نہ پوچھ سکے کہ آپ لاپتہ افراد کو حاضر کروں کیونکہ اب لاپتہ افراد کا قانوناً کوئی معنی نہیں رہا، گویا کہ لاپتہ افراد کو اب لاپتہ کہنا غیر قانونی ہوگیا۔
مذکورہ بالا قوانین پاکستان مسلم لیگ نون کی جانب سے پیش کی جا رہی ہے، اور چونکہ وہ اقتدار کی ایوانوں میں اکثریت رکھتے ہیں، لہٰذا اب اس طرح کی قوانین کی منظوری لینا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور یہی جمہوریت کا اصل نقص ہے کہ جمہوریت میں معیار ہی عوام الناس کی خواہشات اور ان کی رائے ہے۔ وہ اس سے غرض نہیں رکھتی کہ یہ انسانیت کے خلاف ہے یا نہیں بلکہ اسے تو اس سے غرض ہے کہ یہ عوام چاہتے ہیں اور بس۔

معاہدہ سوات کی ناکامی

ملک کے مشہور تجزیہ نگار اوریا مقبول جان نے اپنے ایک کالم میں تنظیم اسلامی نامی جماعت کے ایک سیمینار کی کہانی تحریر ہے۔ کہتے ہیں کہ مذکورہ تنظیم نے دہشت گردی کے سدباب کے حوالے سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا تھا، جس میں پاکستانی فوج کے سابقہ جنرل ریٹائرڈ شاہد عزیز بھی موجود تھے، شاہد عزیز نے اس موقع پر یہ بات تسلیم کی کہ سوات میں ہونے والا معاہدہ پاکستانی فوج اور حکومت نے امریکہ کے دباؤ پر توڑا

اور الزام طالبان پر لگایا۔

میر علی میں ظلم و بربریت

شمالی وزیرستان کے علاقے میر علی میں پاکستانی فوج نے ظلم وستم کے نئے ابواب رقم کئے ،فوج نے میر علی بازار پر چڑھائی کی اور اور پورے بازار کو تہس نہس کر دیا۔اس نا روا ظلم کے نتیجے میں کل پچاسی (۸۵) کے قریب افراد شہید ہو گئے۔

فوج کے ترجمان نے اس واقعہ کے بارے میں روایتی دروغ بیانی کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ یہ جنگ ازبک اور دیگر غیر ملکیوں کے خلاف تھی حالانکہ میر علی کے کسی بھی مقامی باشندہ سے پوچھ لیں تو حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائیگی ،کیا وہ ڈرائیورز بھی ازبک تھے جنہوں نے کرفیو کی وجہ سے اپنے ٹرک ایک طرف کھڑے کر دیے اور خود شیرین نامی ہوٹل میں چلے گئے تھے ،جنہیں پاکستان کی بہادر فوج نے ہوٹل سے نکال کر لائن میں کھڑا کر کے سب کو شہید کر ڈالا ۔کیا ہماری فوج کی گولیاں صرف ان نہتے مسلمانوں پر ہی چلانے کے لئے ہیں ؟کیا اب ہم ہندوستان کو تو اپنا بہترین (Favourate) ملک بنائیگے لیکن جہاں ہمیں بیگناہ مسلمان ملینگے ہم انہیں گولیوں سے بھون ڈالیں گے؟ ہندوستان کے ساتھ تو تعلقات کو بہتر بنانیکی کوشش کی جاتی ہے لیکن مسلمان کے بارے میں قطعاً نرمی نہیں برتی جاتی۔

پاک فوج نے میر علی بازار میں کئی سارے مساجد کو بھی شہید کیا ،ایک مسجد میں پناہ لینے والے معصوم دکانداروں کو بھی نہ بخشا گیا ،وہ بھی پاکستانی فوج کی ظلم کی بھینٹ چڑھ گئے ،افسوس صد افسوس کہ دشمن کے سامنے ہمیشہ جھکنے والی فوج صرف مسلمان ہی کو مارنے کے لئے چوکس ہے!!!

پارلیمنٹ لاجز کے شب و روز

ہمارے ملک کی مبینہ اسلامی شوریٰ جسے اٹھارہ کروڑ عوام نے منتخب کیا ہے اور وہ اس بات کی پابند ہے کہ ان عوام کے لئے زندگی گزارنے کے اصول وضوابط طے کر لے ،اسی شوریٰ کے ایک رکن جمشید دستی کہتے ہیں کہ یہاں موجود اسلامی شوریٰ کے ارکان سالانہ صرف چہار سے پانچ کروڑ کا شراب پیتے ہیں ،اسی طرح یہاں روزانہ کسی رکن کی تسکین خواہشات کے لئے قوم کی بیٹیوں کا آنا جانا ہوتا ہے۔جمشید دستی کے ان الزامات کے بارے میں جب پارلیمنٹ ہاؤس میں موجود اراکین سے پوچھا گیا تو ایک دو کو چھوڑ کر سب نے کہا کہ ہم نے کچھ نہیں دیکھا ہے۔لیکن جب لاجز میں موجود ثبوتوں کی صفائی کا مرحلہ آیا تو ایک قومی اخبار کے مطابق ۹۰۰ خالی بوتلیں خاکروبوں نے جمع کیں اور جمشید دستی نے الگ طور اسی (۸۰) بوتلیں اکھٹی کر لیں۔

یہ ہے اسلامی شوریٰ کی حالت ،کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اچھے برے ہر جگہ ہوتے ہیں ان باتوں کو نہیں چھیڑنا چاہئے ،جواب یہ ہے کہ یہاں تو ملک کے چُنے ہوئے ،شرفاء اور ملک وقوم کے مستقبل کے فیصلے کرنے والے رہتے ہیں ،یہ لوگ تو اپنی تقویٰ اور طہارت میں اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے چاہئے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اچھے برے ہوتے ہیں لیکن یہاں تو اکثریت زانیوں اور مے نوشوں کی ہے۔

یہ اگر چہ افراد کی غلطی ہے ،لیکن یہ نظام انہیں یہ گناہ کرنے کا مکمل ماحول مہیا کرتا ہے ،یہاں اگر کسی نے عورت کو باپردہ رہنے کا کہا تو وہ قدامت پسند ،اگر کسی نے شراب پر پابندی کی بات کی تو وہ پتھر کے دور کا۔واضح رہے کہ یہ تمام وہ افراد ہیں جنہیں الیکشن کمیشن کی چھلنی سے گزارا گیا ہے ،کیا خوب چھلنی تھی ،جس نے کسی زانی کو ،کسی شرابی کو ،کسی سودی کو انتخابات میں حصہ لینے سے منع نہیں کیا۔جس نے غیر مسلموں کی صداقت وامانت بھی تسلیم کر لی۔

اگر یہاں اصلی جمہوریت ہے تو پھر ان نمائندوں کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں ،کیونکہ جمہوریت میں ہر کام کی آزادی ہے ،لہٰذا جمہوری تقاضوں کے تحت یہ افراد کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ ان پر انگلیاں اُٹھانا ایک غیر جمہوری عمل ہے کیونکہ یہ فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔بس یہیں پہنچ کر ہمیں کہنا پڑتا ہے شاباش جمہوریت!

بقیہ: پاکستانی قید خانوں میں مجھ پر کیا گزری

میں نے سمجھا کہ شاید یہ قانون سمجھتے ہیں اس وجہ سے مجھے صحیح مشورہ دے رہیں لیکن اس بیان کی وجہ سے مجھے دو سال قید میں رہنا پڑا۔پورا مہینہ مجھے گھر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہمارے گھر والے کس حالت میں ہیں اور نہ وہ میرے بارے میں کچھ جانتے تھے۔عدالت میں پیشی کے بعد گھر والوں سے رابطہ ہوا۔آپ نے پوچھا کہ روحانی ضروریات پوری تھی تو اس مہینہ میں ہمیں نہ قرآن نہ کوئی دوسری کتاب دی گئی ،بلکہ مکمل طور پر پابندی تھی ۔اس دوران ایک اذیت ناک عمل یہ تھا کہ جلتے ہوئے سگریٹ سے میرے جسم کے ان حصوں کو داغ دیا جاتا جن کا نام لینا میں مناسب نہیں سمجھتا۔اب ہم پشاور سینٹر جیل منتقل ہوئے یہاں حالت کچھ بہتر تھی۔

آپ نے یہ سوال کیا کہ آپ کے سامنے کبھی آپ کے کسی ساتھی پر تشدد کیا گیا ہے؟ میرے سامنے میرے ساتھی پر تشدد ہوا اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میں یہ سمجھا کہ وہ شہید ہو چکا ہے ،کیونکہ اسے میرے سامنے الٹا لٹکا دیا جاتا اور مجھے کہا جاتا کہ اب آپ کی بھی یہ حالت ہوگی صاف صاف بتاؤ ،اس کے جسم پر پانی پڑا تھا اور وہ بالکل ایک لاش نظر آرہا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ زندہ تھا۔میں تقریباً دو سال تک پاکستانی سیکورٹی اداروں کی جیل میں رہا۔دو سال تک عدالت میں کیس لڑنے کے بعد مجھے رہائی ہوئی اور اس کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ اس ظالمانہ اور بے انصاف نظام میں نہیں رہوں گا ،اور اس نظام حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کی ،اور انشاء اللہ اس نظام کے خاتمے تک میں یہ کوشش جاری رکھوں گا۔یہ واقعہ مئی ۲۰۰۹ء میں پیش آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنی حقیقت آشکار کرتی ملالہ یوسفزئی

ابوراشد

پاکستانی میڈیا بالخصوص اور تمام کفری میڈیا بالعموم آسمان سر پر اُٹھا رہی تھی کہ بہت ظلم ہوا، بچی تھی، بیگناہ تھی، یہ تو مکلّف بھی نہیں تھی، بچوں کو بھی معاف نہیں کرتے، پتہ نہیں یہ کیسے لوگ ہیں؟۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے جب طالبان کی جانب سے ملالہ یوسفزئی پر حملہ ہوا، تو اس وقت ہماری چاک و چوبند میڈیا یوں دکھا رہا تھا کہ گویا یہ انسانی تاریخ میں یا کم از کم پاکستانی تاریخ میں پہلی دفعہ کوئی لڑکی ماری گئی ہو، اس موقع پر لال مسجد میں جل کر بھسم ہونے والی پاک دامن طالبات کسی کو یاد نہ آئیں نہ کسی نے قبائل اور ملاکنڈ ڈویژن میں حکومتی مظالم کی شکار ہونے والے عفت مآب ماؤں بہنوں کو یاد کیا۔ اگر کسی کو کوئی دلیل دیتے تو کوئی سننے کے لئے تیار نہیں تھا، بہر حال جوں جوں وقت گزرتا گیا ملالہ یوسفزئی نامی ڈرامے کا ڈراپ سین ہونے لگا۔ سب سے پہلے تو یہ ایک حیران کن بات تھی کہ ایک عام پاکستانی لڑکی کے لئے ایئر ایمبولنس کی سہولت کیسے مہیا کی گئی۔ اس سے پہلے بھی کئی سارے اعلیٰ شخصیات شدید بیماری کی حالت میں بھی ان سہولیات کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک عام لڑکی کی خاطر یوں سب کی دوڑیں لگ رہی تھی۔ بہر حال ملالہ برطانیہ پہنچ گئی اور وہاں اس کا علاج شروع ہوا، پوری دنیا کے سربراہان ملالہ کی عیادت کے لئے کھچے چلے آرہے ہیں، ہسپتال میں داخلے کی اجازت نہیں لیکن پھر بھی ہر کوئی اس کوشش میں کہ کس طرح جلد سے جلد حاضری دے سکے۔ کچھ عرصہ بعد ملالہ ہسپتال سے نکل کر گھر پہنچ گئی۔ اب اصل حقیقت واضح ہونا شروع ہوئی۔

ملالہ کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ ابھی تک سکول میں پڑھنے والی ایک عام لڑکی تھی، کسی سکول کی ہیڈ مس تھی نہ کسی فلاحی تعلیمی ادارے کی منتظمہ، لیکن پتہ نہیں مغرب والوں کو ملالہ کی کونسی خدمات یاد آئیں کہ اس پر انعامات اور نوازشات کی بارش کردی۔ اقوام متحدہ میں خطاب کا موقع دیا گیا حالانکہ نہ وہ اتنی زیادہ پڑھی لکھی تھی اور نہ وہ ابھی تک کوئی قابل قدر کارنامہ سرانجام دے چکی تھی۔ مسلسل مغربی ممالک کی طرف سے ایوارڈز کے لئے اس کی نامزدگی جاری رہی، آج ملالہ کو سخاروف ایوارڈ مل رہا ہے تو کل وہ ضمیر انسانیت کی ایوارڈ کے لئے نامزد ہو رہی ہے۔ عالمی امن ایوارڈ تو نہ جیت سکی لیکن ''روشن مستقبل'' کا عندیہ دیکر مایوسی دور کی گئی۔ نوبل انعام کے شرائط شاید ابھی تک مکمل نہیں ہوئے، البتہ اس سے پہلے ۷ مختلف ایوارڈز دیے گئے، ایک مکمل دن ملالہ کے نام منسوب ہوا۔

کفریہ طاقتوں نے ملالہ کی خوب تشہیر کی، ابھی تک وہ درج ذیل ایوارڈز وصول کر چکی ہے۔

(۱) نومبر ۲۰۱۲ء میں فارن پالیسی (Foreign Policy) نامی مجلّے نے اسے دنیا کی سو (۱۰۰) عظیم مفکرین میں شمار کیا۔ (۲) دسمبر ۲۰۱۲ء میں ٹائم میگزین (Time) نے ملالہ کو سال کی اہم شخصیت (Person of the year) قرار دیا۔ (۳) نومبر ۲۰۱۲ء میں ہی اسے سماجی انصاف کا یادگاری ایوارڈ Mother Teresa نامی ایوارڈ دیا گیا۔ (۴) دسمبر ۲۰۱۲ء میں اسے "Rome Prize for Peace and Humanitarian Action" نامی ایوارڈ دیا گیا۔ (۵) جنوری ۲۰۱۳ء کو اسے سال کا بہترین نام قرار دیا گیا۔ (۶) جنوری ہی کے مہینے میں اسے "Simone de Beauvoir Prize" نامی ایوارڈ دیا گیا۔

(۷) دسمبر کے مہینے میں اکسفورڈ نے اسے "Memminger Freiheitspreis 1525" نامی ایوارڈ کے لئے منتخب کیا جو اسے مارچ ۲۰۱۳ء میں ملا۔ (۸) مارچ ۲۰۱۳ء میں اسے "Doughty Street Advocacy award" نامی ایوارڈ ملا۔ (۹) اپریل ۲۰۱۳ء میں اسے ٹائم میگزین نے دنیا کے سو با اثر انسانوں میں شمار کیا۔ (۹) جون ۲۰۱۳ء Observer Ethical Awards نامی ایوارڈ ملالہ کا ملا۔ (۱۰) لندن میں واقع نیشنل پورٹریٹ گیلری میں ملالہ کا پورٹریٹ آویزاں کیا گیا۔ (۱۱) ایمنسٹی انٹرنیشنل نامی تنظیم نے ملالہ کو "Ambassador of Conscience Award" نامی ایوارڈ دیا۔ (۱۲) کلنٹن فاونڈیشن نامی تنظیم نے ملالہ کو Clinton Global Citizen Awards نامی ایوارڈ دیا (۱۳) ہارورڈ یونیورسٹی نے Peter Gomes Humanitarian Award from نامی ایوارڈ دیا۔ (۱۴) یورپین پارلیمنٹ کی جانب سے ملالہ کو سخاروف نامی ایورڈ دیا گیا۔ (۱۵) ایڈنبرا نامی یونیورسٹی نے ملالہ کو ماسٹر آف آرٹس کی اعزازی ڈگری دی۔ (۲۰۱۳ء میں ملالہ کو فخر برطانیہ کا اعزاز بھی ملا۔ (۱۷) گلیمور میگزین نے ملالہ کو خاتون سال (Woman of the Year) کا ایوارڈ دیا۔

یہ چند مشہور ایوارڈز تھے جن کا ہم نے ذکر کیا ورنہ اس کے علاوہ بھی مغربی ممالک کی طرف سے ملالہ پر کئی ساری نوازشات کی گئی ہیں، آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ فرض کریں ملالہ کیساتھ ظلم ہوا تھا، تو کیا صرف ایک ہی مظلوم ہے جس کی مدد کے لئے پوری دنیا اُمڈ آئی۔ لیکن نکتہ داں سمجھنے لگے کہ معاملہ صرف نام نہاد ظلم کا نہیں، بلکہ اس کے پیچھے کچھ اور عوامل کارفرما ہیں جو ملالہ کو کچھ اور مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ملالہ کا مستقبل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینا اب تقریباً واضح ہے، جس کے کھلے اشارے ملالہ کی کتاب I am Malala میں واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔

ملالہ جس کی معصومیت پر سیکولرزم کے حواریوں نے آسمان سر پر اُٹھایا تھا وہ آج ان موضوعات پر قلم اُٹھا رہی ہے جو کسی طرح ایک مسلمان کے شایان شان نہیں، بلکہ ملالہ جیسی ''معصوم'' لڑکی کا تو ان مسائل اور واقعات کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا۔ مثلاً ایک انتہائی اہم بات جو ملالہ نے اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ اس کے والد سلمان رشدی کی کتاب پڑھتے تھے کیونکہ یہی آزادیٔ خیال ہے، اسی طرح لکھا ہے کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے حالانکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ گویا کہ ملالہ نے ان کو اپنی تئیں مسلمان ہی سمجھتی ہے، جو لوگ اس کی معصومیت کو اُچھال رہے تھے کاش کہ وہ ان الفاظ پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا یہ مسلم امہ کو گمراہ کرنے کے لئے ایک مستقل فتنہ بننے نہیں جا رہی۔ ملالہ سے یہی کام لیا جائے گا کہ وہ مسلمان امت کی نجات اور اس کی ترقی کا نعرہ لگا کر پاکستان میں اسلام اور مسلمانوں پر مزید تنگی اور آزمائش شروع کرنا چاہتی ہے۔ اس قسم کے منصوبے امریکہ میں موجود تھنک ٹینک رینڈ نے بہت پہلے تشکیل دیے ہیں۔ پاکستان میں بیٹھے ملالہ برانڈ منصوبے کے دیسی حامی جو دونسبی ہیں، انہوں نے بھی اپنے حصے کا کام شروع کیا ہے اور انہیں ابھی سے خواب میں ملالہ یوسفزئی

وزیراعظم ہاؤس میں بیٹھی نظر آ رہی ہے۔

ملالہ نے اپنی کتاب میں کئی سارے اور متنازعہ معاملات کو بھی چھیڑا ہے ،کتاب کے مطالعے سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ فی الحال اسلام پر براہ راست اعتراض کرنے کے بجائے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے اسلامی احکام مشکوک ہو جائے اور پھر اگلے مرحلے میں اس سے بڑھ کر کام کیا جائے ، یا تو صراحۃً اسلام کو ٹارگٹ کیا جائے اور یا دوسرے مرحلے میں کفری نظاموں کے فوائد بیان کئے اور اسلام پر اعتراضات کو تیسرے مرحلے تک مؤخر کیا جائے ، بہر حال جو کچھ بھی ایک نئے فتنے کا پرزور انداز میں آغاز ہونے والا ہے۔

بقیہ :جہاد

بچوں کے دل میں حلال کی اہمیت اور حرام سے نفرت پیدا کریں۔رزق کمانے کے دوران ... چاہے ملازمت ہو یا کاروبار ... شریعت کے احکام پرسختی سے عمل کیا جائے تا کہ حلال طیب حاصل ہو اور جسم و جان میں جو کچھ جائے ، خیر کی طرف رغبت اور نیکی کی توفیق کا سبب بنے۔کسب حلال کے تمام شرعی احکام (خواہ اصولی ہوں یا فروعی ، داخلی ہوں یا خارجی) کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔مثلاً ایک (فروعی یا خارجی) حکم یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان سے لے کر جمعہ کی نماز کے ختم ہونے تک تمام مسلمان خرید وفروخت موقوف کر دیں اور اللہ کی یاد کے لئے مسجد چل پڑیں۔ایسا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ آبادیوں میں جمعہ کا دن (چوبیس گھنٹے) پوری طرح چھٹی کا ہو۔جمعہ کے دن پہلی اذان تک سارا شہر مسجد میں داخل ہو جائے تا کہ دوسری اذان سے لے کر نماز ختم ہونے تک مسلمان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں۔اس طرح اللہ کی نظر میں مقبول ہو جائیں گے اور ان یہود کا مقابلہ کر کے ان پر غالب ہو سکیں گے جو یہودیوں کے مقدس دن ہفتے کے دن دنیاوی کاموں میں مشغول ہو کر اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔

(مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب کی کتاب دجال ا سے اقتباس)

امام بخاری رحمہ اللہ نے عکرمہؒ کی سند سے روایت کیا کہ:

مجھے عباسؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کچھ مسلمان ، مشرکین کی بستیوں میں رہتے تھے اور ان مشرکین کی عددی قوت میں اضافے کا سبب بنے ہوئے تھے ۔چنانچہ جب مسلمان تیر چلاتے تو ان میں سے کسی کو جا لگتا اور زخمی کرتا اور موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

ان الذین توفھم الملئکۃُ ظالمی انفسھم ....

اسی طرح بعض مؤمنین جو مکہ میں اگر چہ اپنے دین پر پوری شد و مد کے ساتھ قائم تھے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ۔جنگ بدر کے روز کفار سے ڈرتے اور شرم کھاتے ہوئے میدان میں آ نکلے اور کفار کے گروہ میں اضافے کا سبب بنے ۔پھر ان میں سے جو لوگ مارے گئے .....بخاریؒ کی روایت ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ٹھرے۔ مستضعفین کا انجام جاننے کے بعد اب آپ کا کیا خیال ہے ۔جو نام کے مسلمان بنے کفار کا ظلم و ستم سہہ رہے ہیں؟ اور چوپایوں سے بدترین زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ۔جو اپنی عزت ، جان اور مال سے کھیلنے والی کسی نظر کو پھورنے ،کسی انگلی کو موڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ، بلکہ ان میں سے کوئی اتنی طاقت بھی نہیں رکھتا کہ اگر سنت رسول ﷺ کی اتباع میں اپنی مرضی سے داڑھی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے کیونکہ اس عمل سے اس کی اسلام سے محبت ظاہر ہو جاتی ہے (جو حکمرانوں کو اس کا دشمن بنا دیتی ہے)۔ بلکہ وہ اپنی بیوی کا لباس حسب شرع لمبا کرنا چاہے تو یہ بے چارہ یہ بھی کر سکتا.....کیونکہ یہ ان کے ملک میں ایسا جرم ہے جس پر اسے لٹکایا جا سکتا ہے اور اس پر ہر قسم کی سزا عائد کی جا سکتی ہے۔حتیٰ کہ وہ کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر تین نوجوانوں کو قرآن بھی نہیں پڑھا سکتا.....اگر چاہے.....کیونکہ ''یہ غیر قانونی اجتماع'' ہے جو جرم ہے۔بلکہ بعض نام نہاد اسلامی مملکتوں میں تو وہ اپنی بیگم کے بال بھی نہیں ڈھانک سکتا۔نہ ہی وہ انٹیلی جنس کے 'کتوں' کو اپنی بیٹی کا ہاتھ سے پکڑ کر لے جانے سے روک سکتا ہے۔جسے وہ اندھیرا پھیلتے ہی تاریکی کی چادر میں جہاں چاہیں گھسیٹتے پھریں .....بے چارگی اور مظلومیت کی تصویر بنا وہ اپنی بیٹی کے انتظار کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔سوچیے تو سہی.......یہ کیسی بے بس ہے؟ اور کیسا اسلام ہے؟ کیا وہ اللہ کے باغی حکمرانوں کے جاری کردہ کسی حکم کو ماننے سے انکار کر سکتا ہے؟ ایسا حکم .....جس میں اسے طاغوتی حکمرانوں کی خواہشات کی بھینٹ چڑھ جانے کو کہا گیا ہو۔

اور کیا لاکھوں لوگ اسی طرح کی ذلت اور مسکنت کی زندگی نہیں گزار رہے ہیں؟.....ایسی حالت میں فرشتے اگر ان کی روح قبض کر لیں تو ظاہر ہے کہ یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں ۔انہیں سوچنا چاہیے کہ جب فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ:

فیما کنتم......؟ (تم کہاں تھے؟) تو ان کا جواب کیا ہوگا؟

وہ یہی کہیں گے نا کہ:

کنا مستضعفین فی الارض !

ہم زمین میں بے چارے مظلوم اور بے کس تھے۔

انہیں خبردار رہنا چاہیے کہ ''ضعیف'' اللہ کے ہاں کوئی ''عذر'' نہیں ہے.....بلکہ یہ ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا جہنم ہے۔

اللہ نے صرف ان لوگوں کو معذور قرار دیا ہے جو:

۱) یا تو عمر کے آخری حصے میں ہیں۔

۲) یا تو چھوٹے بچے ہیں۔

۳) یا عورتیں ہیں۔

بقیہ: تعزیتی بیانات

ہم امت مسلمہ سے عمومی طور پر اس بہادر مجاہد قائد کے چلے جانے پر تعزیت کرتے ہیں، جنہوں نے وزیرستان قبائل کے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر افغانستان پر ہونے والی امریکی صلیبی جارحیت کو روکنے اور اس کے خلاف جہاد کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا؛ پس قائد حکیم اللہ محسود اور ان کے وزیرستان قبائل کے بھائیوں نے اپنے دلوں اور اپنے گھروں کو اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے کھول دیا، نیز انہوں نے اپنے بیٹوں کا لہو پیش کرتے ہوئے عظیم قربانیاں پیش کیں۔

ہم عزت دار و غیور پاکستانی مسلم عوام سے خصوصی طور پر اظہار تعزیت کرتے ہیں، جسے ہم بڑی عزت، شرف اور اکرام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، نیز ہم اس موقع پر اس (پاکستانی عوام) کو یہ ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے ملکوں کی خودمختاری کو روندنے والی امریکی دخل اندازی کے خلاف انتفاضہ (عوامی انقلاب) کو جاری رکھیں اور ایک کے بعد ایک آنے والی ان ایجنٹ حکومتوں کو ملیامیٹ کرنے کیلئے جدوجہد کریں، جو حرام مال میں سے چند ٹکوں کے عوض مسلمانوں کا خون بیچتی ہیں اور اپنی عوام کی پریشانیوں سے تجارت کرتے ہوئے ان کے زخموں پر شکار کھیل کر پلتی ہیں۔

اس تعزیتی بیان کے آخر میں ہم امت اسلام کو بالعموم یہ یاد دہانی کراتے ہیں کہ مجاہدین کے قائدین اور کمانڈروں کی شہادت تو جہاد کو مزید بھڑکانے کا باعث بنتی ہے جبکہ دشمنان اسلام کے خلاف دلوں میں غصے کو مزید بھر دیتی ہے۔

قافلہ جہاد کے حکم سے رواں دواں رہے گا یہاں تک کہ قابض کافر لوگ مسلمانوں کے ملکوں سے نکل جائیں اور اس پورے کرہ ارض پر اسلام ہی غالب آ جائے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہماری آخری بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

الملاحم میڈیا محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۳ء

(تنظیم قاعدۃ الجہاد برائے جزیرۃ العرب)

بقیہ: پاکستانی عقوبت خانوں میں مجھ پر کیا گزری

میں نے سمجھا کہ شاید یہ قانون سمجھتے ہیں اس وجہ سے مجھے صحیح مشورہ دے رہیں لیکن اس بیان کی وجہ سے مجھے دو سال قید میں رہنا پڑا۔ پورا مہینہ مجھے گھر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ ہمارے گھر والے کس حالت میں ہیں اور نہ وہ میرے بارے میں کچھ جانتے تھے۔ عدالت میں پیشی کے بعد گھر والوں سے رابطہ ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ روحانی ضروریات پوری تھی تو اس مہینہ میں ہمیں نہ قرآن نہ کوئی دوسری کتاب دی گئی، بلکہ مکمل طور پر پابندی تھی۔ اس دوران ایک اذیت ناک عمل یہ تھا کہ جلتے ہوئے سگریٹ سے میرے جسم کے ان حصوں کو داغ دیا جاتا جن کا نام لینا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ اب ہم پشاور سینٹر جیل منتقل ہوئے یہاں حالت کچھ بہتر تھی۔

آپ نے یہ سوال کیا کہ آپ کے سامنے کبھی آپ کے کسی ساتھی پر تشدد کیا گیا ہے؟ میرے سامنے میرے ساتھی پر تشدد ہوا اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میں یہ سمجھا کہ وہ شہید ہو چکا ہے، کیونکہ اسے میرے سامنے الٹا لٹکا دیا جاتا اور مجھے کہا جاتا کہ اب آپ کی بھی یہ حالت ہوگی صاف صاف بتاؤں، اس کے جسم پر پانی پڑا تھا اور وہ بالکل ایک لاش نظر آ رہا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ زندہ تھا۔ میں تقریباً دو سال تک پاکستانی سیکورٹی اداروں کی جیل میں رہا۔ دو سال تک عدالت میں کیس لڑنے کے بعد مجھے رہائی ہوئی اور اس کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ اس ظالمانہ اور بے انصاف نظام میں نہیں رہوں گا، اور اس نظام حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کی، اور انشاء اللہ اس نظام کے خاتمے تک میں یہ کوشش جاری رکھوں گا۔ یہ واقعہ مئی ۲۰۰۹ء میں پیش آیا تھا۔

پاکستانی فوج، حکمرانوں اور سیاسی جماعتوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ پاکستان سے اسلام کا نام ہٹا دیا جائے، یہاں تک کہ بعض سیاسی جماعتوں (نیشنل پارٹی وغیرہ) نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ پاکستان سے اسلامی جمہوریہ کے لفظ کو بھی ہٹا کر عوامی جمہوریہ کر دیا جائے، ایسے حالات کو مدنظر رکھ کر ہم یعنی مجاہدین اس بات پر متفق ہو گئے کہ ان جمہوری طریقوں اور اسلام سے ہٹ کر غیر اسلامی طریقوں پر عمل پیرا ہو کر کبھی بھی اس ملک میں شریعت کا نفاذ نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اگر پاکستان میں لڑ رہے ہیں اور اس جنگ کی وجہ سے پاکستانی املاک کو نقصان پہنچ رہا ہے، یا اس جنگ کی وجہ سے معصوم قبائلی مسلمانوں پر ڈرون حملے ہو رہے ہیں، یا پاکستانی فوج کی بمباریاں ہو رہی ہیں یا اس کے علاوہ مجاہدین کو بدنام کرنے کیلئے خفیہ ادارے ائی ایس آئی اور بلیک واٹر وغیرہ عوامی مقامات پر بم دھماکے کر رہے ہیں، تو یہ کبھی بھی مجاہدین کا مقصد نہیں ہے۔

پاکستان ہمارا ملک ہے، پاکستان کی سرزمین ہماری اپنی سرزمین ہے، پاکستان کے املاک، وسائل، اور اقتصاد کو ہم ہرگز نقصان نہیں پہنچانا چاہتے، پاکستان میں جاری ہماری جدوجہد صرف اور صرف اس ملک میں خالص اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے ہے جو کہ پاکستان کے بہترین مفاد میں ہی ہے، جب ہم پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے قربانیاں دیتے ہیں، اپنی خاندانوں اور بچوں کو بھی قربان کرتے ہیں تو ہم اپنے مقصد یعنی اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر کسی بھی چیز کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتے ہیں۔

لیکن یہاں پر تمام دجالی میڈیا اور ادارے یہ پروپیگنڈہ پھیلاتے ہیں کہ مجاہدین امن کے دشمن اور پاکستان کے مخالف ہیں لیکن جب سے ہم نے جہاد شروع کیا اس وقت سے لیکر آج تک ہم پاکستانی فوج، حکومت اور اسٹیبلیشمنٹ پر واضح کیا کہ ہم ہمیشہ مذاکرات کیلئے تیار ہیں۔

اور ہمارا صرف اور صرف ایک ہی مطالبہ (شریعت کا نفاذ) ہے جس مان لینے سے ہمارا یہاں پر جہاد کرنے کا جواز ختم ہو جائیگا، کئی بار مجاہدین کے ساتھ مذاکرات، صلح اور معاہدے ہوئے ہیں لیکن ہمیشہ حکومت، فوج اور سیاسی جماعتوں نے ہم سے عہد شکنی کی اور ہمارا مطالبہ نہیں مانا گیا۔

اب چونکہ انہوں نے ہمیں ایک مرتبہ پھر مذاکرات کی دعوت دی ہے اور اگر ہم یہ دعوت قبول نہ کرتے تو پھر دجالی میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈہ کیا جا اور وہ پاکستانی عوام جو پاکستانی حکومت کی چالاکی اور مکاری کو نہیں سمجھتے وہ ہمارے خلاف ہو سکتے تھے،، اور یہی اس حکومت کی کوشش بھی ہے اس لئے ہم نے دعوت قبول کر لی ہے۔

(**محترم خالد خراسانی حفظہ اللہ** کے ایک بیان سے اقتباس)

سعودی عرب کے مفتی اعظم کا افسوسناک رویہ

شہزاد قاسمی

سعودی عرب کے مفتی اعظم عبدلعزیز آل الشیخ آج کل میڈیا پر کافی زیادہ دکھائی دے رہے ہیں، ایک حساس اور اہم منصب پر فائز ہونے کا تقاضہ تھا کہ پورے عالم اسلام اور مسلمانوں کا درد مند رہتے، برما سے لیکر شام تک اور فلسطین سے لیکر کشمیر تک جلتی مسلمانوں کی بستیاں، جلتی لاشیں، سسکتے بچے اور شدید سردی میں ہانپتے کانپتے بوڑھوں کی حالت زار پر غور کرتے۔ شیخ عبدالعزیز کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو عموماً اور سعودی عرب کے شاہی خاندان کو خصوصاً یہود و نصاریٰ سے دور رہنے، ان کے ہاں میں ہاں ملانے سے انہیں روکتے۔ سعودی حکمرانوں کو یہ بات سمجھاتے کہ ارضِ حرام اور ارضِ مقدس پر یہود و نصاریٰ کے فوجی اڈوں کا خاتمہ کریں اور حضور ﷺ کے اس ارشاد مبارک پر عمل پیرا ہو کہ جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکال دو، لیکن انتہائی افسوس کیساتھ کہنا پڑھتا ہے کہ ان تمام امور کو پس پشت ڈالتے ہوئے شیخ عبدالعزیز نے اپنے اس منصب کو جہاد اور مجاہدین کے خلاف استعمال کیا، اور مجاہدین پر ایسے اعتراضات کئے جو کہ نہ صرف یہ کہ خلاف واقع تھیں بلکہ جس لہجہ میں بات کی وہ بھی ان کے منصب کے ساتھ زیب نہیں دیتی۔

اس بات سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ ہر جماعت میں چھوٹی موٹی خامیاں موجود ہوتی ہیں، اگر ہم ہر ایک کو بالکل صحابہ کے معیار پر جانچنے کی کوشش کرینگے اور وہی تقوی اور پرہیزگاری چاہے جو کہ صحابہ کرام میں پائی جاتی تھی تو ان صفات سے متصف افراد تو مشکل ہے کہ اس معاشرہ میں ہمیں دستیاب ہو۔

سعودی عرب کے سرکاری طور پر مفتی اعظم کے عہدے پر فائز شیخ عبدالعزیز نے سب سے پہلے تو یہ کہا کہ آج کل جو لوگ جہادی جماعتوں کی قیادت کر رہے ہیں وہ صرف دوسروں کے بیٹوں کو مروار ہے رہیں اور خود آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک انتہائی سطحی قسم کی بات ہے جو کہ حقائق کی دنیا سے بالکل میل نہیں کھاتی، شیخ عبدالعزیز اگر تھوڑا سا بھی اپنے ارد گرد کا جائزہ لیتے تو انہیں خود بخود اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

ہمارے معاصر جہادی جماعتوں کی قیادت نے جو قربانیاں بذات خود یا ان کے اہل وعیال نے دی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ اس فہرست میں سب سے پہلے جس شخصیت کا نام آنا چاہئے وہ ظاہر ہے کہ عظیم عرب مجاہد اُسامہ بن لادن رحمہ اللہ ہی ہے، شیخ اُسامہ کی قربانیاں رہتی دنیا کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں، اپنی ساری دولت اللہ کی راہ میں خرچ کی، اپنی زندگی کے بہترین دن اللہ کی راہ میں گزارے، اپنے بیوی بچوں سمیت پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کی اور آخر کار خود ہی امریکیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اس کے علاوہ تنظیم القاعدہ کے دیگر قائدین کی شہادت کسی سے مخفی نہیں ہے، شیخ ابو یحیٰی اللیبی، مصطفیٰ ابو یزید، شیخ عبدالمجید، شیخ مروان، شیخ ابو عبیدہ، ابو للیث اللیبی، ابو مصعب الزرقاوی اور نہ جانے اور کتنے عظیم شخصیات ہیں جنہوں نے اپنے سر کی بازی لگائی۔ یہی حالت دیگر جماعتوں کا بھی ہے، اگر تحریک طالبان پاکستان کا ہم ذکر کرینگے تو سب سے پہلا تو اس کے بانی اور قائد کا نام آتا ہے امیر محترم بیت اللہ محسود شہیدؒ نے آخری دم تک ہتھیار نہیں رکھے بلکہ زندگی کے آخری لمحے تک میدان جہاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ ایک ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔ ان کے بعد امیر محترم حکیم اللہ محسودؒ بھی اسی راہ کے مسافر رہے یہاں تک کہ پاکستانی حکومت کی غدر اور تعاون سے ایک امریکی حملے میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔

اگر ہم ہر قائد کے حالات معلوم کریں تو ان میں سے اکثریت ان کی ہیں جن کے بھائی، بیٹے، والدین، اہلیہ یا دیگر قریبی رشتہ دار شہید ہو چکے ہیں، مولانا ولی الرحمٰن شہید کے بھائی ان کی شہادت سے پہلے شہید ہو چکے ہیں، امیر محترم حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ کے بھائی قاری کلیم اللہ بھی ان کی شہادت سے کئی سال پہلے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ مہمند ایجنسی کے مسئول امیر محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ کے بھائی جناب شاہ ولی اللہ بھی ایک امریکی حملے میں جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

اگر اسی تناظر میں ہم امارت اسلامی افغانستان کے قائدین کو دیکھے تو ان کی صفوں میں شہداء کی ایک طویل فہرست ہیں، جن میں سے ہر ایک بذاتِ خود ایک قائد تھا یا کسی قائد کا بھائی، بیٹا یا کوئی اور قریبی رشتہ دار۔ کیا یہ کافی نہیں کہ اس راہ میں مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ نے اپنے چار بیٹوں کا نذرانہ پیش کیا۔ جن میں سے ہر ایک اس قابل تھا کہ ایک مکمل تحریک کی قیادت کر سکے۔ اس صف میں ہمیں کمانڈر داد اللہ شہید رحمہ اللہ، مولوی اختر محمد عثمانی رحمہ اللہ، کمانڈر عبدالمنان شہیدؒ، محترم ملا سنگینؒ اور دیگر بے شمار ایسے حضرات کے نام نظر آئینگے جو کہ صف اول کے قائدین تھے اور ہر وقت خطرات میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

یہ چند نمونے کے لئے ہم نے پیش کئے ورنہ اگر کوئی اس موضوع پر تفصیلاً لکھنا چاہ اور ان قائدین کے نام جمع کر کے جو راہ جہاد میں شہید ہو چکے ہیں تو اس کے لئے کئی صفحات درکار ہونگے، بہر حال سعودی عرب کے مفتی کا یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ یہ خود دوسروں کے بچوں کو تو مروار ہے ہیں لیکن خود اس راہ سے کترا رہے ہیں، ان شہداء کرام کا پاک لہو اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی قربانیوں کا احترام کیا جائے اور اس مشن پر چلنے والے حضرات کی راہ میں روڑے اٹکانے کے بجائے ان کے حوصلے بڑھائے جائے، کیا پوری دنیا میں باقی سب ٹھیک ہے اور غلطی صرف ان لوگوں میں ہے جو کہ اللہ کی راہ میں اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر نکلے ہیں؟؟؟

جب سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوا ہے اس وقت سے لیکر آج تک علماء کرام اور فقہاء کرام کا مختلف مسائل میں اختلاف کا وقوع ایک مسلم امر ہے (اگر چہ کچھ اختلافات وہ بھی تھے جنہیں اختلاف نہیں بلکہ خلاف کہا جاتا ہے جیسا کہ مرزا قادیانی وغیرہ لوگوں نے کیا جو کہ گمراہی اور زندقہ کا اختلاف تھا) لیکن یہ بات بھی واضح ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حدود میں رہ کر، انصاف کا دامن تھام کر اختلاف کیا ہے،

بقیہ صفحہ 11 پر

ڈاکٹر نصیرالدین حقانی رحمہ اللہ کی مظلومانہ شہادت

قاری اسد لاہوری

امارت اسلامیہ افغانستان کے اہم رہنما اور مولانا جلال الدین حقانی کے فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر نصیر الدین حقانی رحمہ اللہ اسلام میں ایک نامعلوم موٹر سائیکل سوار کی فائرنگ سے شہید ہوئے۔ جناب ڈاکٹر صاحب مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کے بیٹوں میں سب سے بڑے تھے اور ہمیشہ جہادی امور میں ان کا ہاتھ بٹھاتے رہتے ۔آپ نے امارت اسلامیہ افغانستان کے لئے عظیم خدمات پیش کیں۔آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ امارت اسلامی افغانستان کے ترجمان کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے اور ذبیح اللہ مجاہد کا تخلص رکھتے تھے۔(واللہ اعلم)

ڈاکٹر صاحب موصوف نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد صاحب کے قائم کردہ ادارے مدرسہ منبع العلوم میں حاصل کیا اور پھر اسی ادارے سے دورۃ الحدیث شریف سے فراغت ہوئی۔فراغت کے بعد آپ نے طب کے شعبے میں داخلہ لیا۔لیکن امریکی یلغار اس میں حائل واقع ہوئی اور انہوں نے طب کی تعلیم ادھوری چھوڑی۔ڈاکٹر صاحب موصوف کی زندگی میں انہوں نے کئی سارے اہم کارنامے سرانجام دیے۔

نصیر الدین حقانی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد یہ سوال انتہائی اہمیت اختیار کر گیا کہ اسلام آباد جیسے محفوظ علاقے میں کس طرح دن دیہاڑے آپ کو شہید کیا گیا اور قاتل انتہائی اطمینان سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ پاکستان کے دارالحکومت میں، جس میں ان دنوں سیکورٹی ہائی الرٹ تھی کیونکہ انہی دنوں تحریک طالبان پاکستان کے امیر حکیم اللہ محسود رحمہ اللہ شہید ہوئے تھے، کوئی کسی کو مارے اور پھر محفوظ مقام کی طرف نکل جائے اور اس میں پاکستانی آئی ایس آئی (ISI) ملوث نہ ہو؟

ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ان کو پاکستانی خفیہ اداروں نے شہید کیا ہیں، کیونکہ شہادت سے چند دن پہلے انہوں نے تحریک طالبان پاکستان کے مرکزی امیر محترم حکیم اللہ محسودؒ کی شہادت پر امارت اسلامی افغانستان کی طرف سے تعزیتی پیغام جاری کیا تھا، عام خیال یہی ہے کہ یہ بیان آپ کی شہادت کا سبب بن گیا کیونکہ پاکستانی حکومت کسی وقت یہ نہیں چاہتی کہ امارت اسلامی افغانستان اور تحریک طالبان پاکستان ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائے حالانکہ تحریک طالبان پاکستان کی قیادت فرداً فرداً بار بار یہ اعلان کر چکی ہے کہ وہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کو اپنا امیر تسلیم کرتی ہے اور اس کے ہر امر کی پابند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر کام میں اپنی حکمتیں ہوتی ہیں، ڈاکٹر صاحبؒ کی شہادت سے ان لوگوں کی آنکھیں بھی کھلی جو دن رات یہ رٹ لگائے رہتے ہیں کہ آئی ایس آئی اب بھی افغان مجاہدین کی حامی ہے، حالانکہ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب پاکستانی حکومت اور انٹیلی جنس اداروں نے امارت اسلامی افغانستان کی قیادت کو نشانہ بنایا، اس سے پہلے امارت اسلامی افغانستان کے سفیر محترم ملا عبدالسلام ضعیف کیساتھ جو کچھ ہوا، جو انہوں نے خود اپنی خودنوشت سوانح میں تحریر کیا ہے، اس کے بعد ملا عبیداللہ اخوندؒ کی پاکستانی جیل میں شہادت، اسی کے فوراً بعد استاد یاسر رحمہ اللہ کی شہادت، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پاکستانی فوج نے پہلے ان کی زبان کاٹی اور پھر انہیں شہید کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کی شہادتوں کو قبول فرمائے۔آمین

اللہ تعالیٰ نے فتنوں کے اس دور میں حقانی خاندان کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا جو عظیم سرمایہ عطا فرمایا ہے، یہ شاید ہی کسی دوسرے خاندان کے حصہ میں آیا، سب سے پہلے مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ دور عاہ کمیونسٹ نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور انتہائی جرأت و بہادری سے اس نظام کا مقابلہ کیا، سرخ ریچھ کے ظالمانہ یلغار کا کل عرصہ آپ نے جہاد ہی میں گزارا اور پھر امارت اسلامی کی قیادت میں شامل ہو کر اس تحریک کو چوٹی تک پہنچانے میں اعلیٰ کردار ادا کیا۔

عالمی استعمار سے باغی اس خاندان نے سب سے پہلے روسی کمیونسٹ انقلاب کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، جب کمیونسٹ انقلاب دنیا پر اپنے ظالمانہ پنجے گاڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اسی وقت سے یہ خاندان مصروف جہاد ہے، روسی یلغار کے دس سالہ جہادی دور مکمل جہاد اور ہجرت میں گزارنے کے بعد افغانستان میں اسلامی امارت کی خدمت کی اور پھر ایک نئے ظالم کے خلاف نئے سرے سے نیا علم جہاد بلند کیا۔صلیبی جنگ میں دشمن پر ایسی کاری ضربیں لگائی کہ اس خاندان کے پانچ افراد کو امریکہ نے بلیک لسٹ کر دیا۔سب سے پہلا مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کو ۳۱ جنوری ۲۰۰۱ء کو اس فہرست میں شامل کیا۔اس کے بعد ۱۳ ستمبر ۲۰۰۷ء کو سراج الدین حقانی حفظہ اللہ کا نام بلیک لسٹ میں شامل کر دیا گیا۔۲۰ جون ۲۰۰۷ء کو نصیر الدین حقانیؒ کا نام بھی اسی فہرست میں داخل ہوا۔۹ فروری ۲۰۱۱ء کو حاجی خلیل کا نام بلیک لسٹ میں شامل ہوا اور اسی سال ۱۱ مئی کو ڈاکٹر بدر الدین حقانی کا نام بھی بلیک لسٹ میں شامل کیا گیا۔

افغانستان پر امریکی حملے کے وقت اب ''چھوٹے حقانی'' اس قابل ہوئے تھے کہ عالمی بدمعاشوں کے اس نئے گروہ کیساتھ دو دو ہاتھ کر سکے، لہٰذا ایک ایک کر کے آتے رہے اور دنیا والوں کو یہ سمجھا دیا کہ مادی قوت اور مادی اسباب ہی کو اسبابِ فتح و کامیابی تصور کرنا حماقت ہے، بے سروسامانی کی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہو تو دنیاوی طاقتیں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ڈاکٹر نصیر الدین رحمہ اللہ سے پہلے ان کے تین بھائی محترم بدر الدین، محمد عمر اور محمد بھی شہادت کے اعلیٰ رتبہ کے حصول میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

بقیہ صفحہ 24 پر

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ

''حضرات! مجھے آپ کا والی بنایا گیا ہے، دراں حالیکہ میں آپ سب سے افضل نہیں ہوں، اگر میں صحیح کام کروں تو آپ میری معاونت کریں گے اور اگر کوئی غلطی کروں تو میری اصلاح کریں، صداقت امانت، دروغ خیانت ہے، آپ میں جو صاحب کمزور ہیں، اُن کی حیثیت میرے سامنے قوی شخص کی ہے، جب تک اُن کو اپنا حق نہ مل جائے اور آپ میں جو طاقت ور ہیں، اُن کی حیثیت میرے نزدیک کمزور کی ہے، جب تک میں ان کے ذمہ جو حق ہے، وہ اُن سے لے کر صاحبِ حق کو نہ دلا دوں، یہ امر واقع ہے کہ جب بھی کسی قوم نے جہاد فی سبیل اللہ سے روگردانی کی تو اللہ نے اس کو ذلت کی حالت میں چھوڑ دیا، (اور یہ بھی سن لیجئے کہ) جب بے حیائی کسی معاشرہ میں پھیلتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو مبتلائے آلام کر دیتا ہے، میں جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی راہ پر قائم رہوں آپ بھی میری اطاعت کرتے رہیں، اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو آپ پر میری اطاعت واجب نہیں ہے بسم اللہ، اٹھئے نماز پڑھیں، اللہ آپ پر اپنا رحم و فضل فرمائے''

(البدایۃ والنہایۃ ج ۵، ص ۲۴۸)
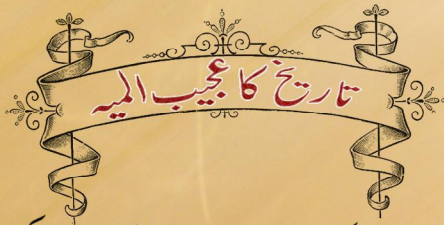
تاریخ کا عجیب المیہ

یہ تاریخ کا عجیب المیہ اور سیاست کی عجیب ''ستم ظریفی'' ہے کہ کسی ملک میں جب تک آزادی کا معرکہ درپیش رہتا ہے، اور غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان عوام کی قربانیوں، سرفروشی اور جوش خروش کی ضرورت ہوتی ہے جو خدا کی رضا، اُخروی اجر وثواب اور اسلام کی سربلندی کے سوا کسی مقصد سے دلچسپی نہیں رکھتے، مذہب کی زبان کے سوا کسی اور زبان سے آشنا نہیں ہوتے اور مذہبی نعروں کے بغیر ان کے خون میں گرمی اور ان کے دماغوں میں نشہ پیدا نہیں کیا جاسکتا تو جنگ آزادی کے رہنما اس زبان کے سوا اپنے عوام سے کسی اور زبان میں گفتگو نہیں کرتے، وہ مذہبی نعروں ہی کے ذریعہ اور اللہ کے نام کی بلندی، اسلام کی سربلندی اور اللہ کے احکام کی اجراء کا لالچ دے کر ان کو آگ سے کھیلنے اور خاک وخون میں لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں، اور اسی ایمانی طاقت سے (جس کے مقابلے میں کم سے کم مسلمان اقوام میں کوئی طاقت نہیں پائی جاتی) آزادی کا قلعہ فتح کرتے ہیں اور ناقابل تسخیر دشمن کو سرنگوں ہونے پر مجبور کرتے ہیں، لیکن جیسے ہی یہ ناگزیر منزل طے ہوتی ہے اور ملک کا اقتدار اعلیٰ اور ان سیاسی رہنماؤں کی زبان میں ''ملک وقوم کی قسمت'' ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے، وہ ملک کو مغربیت اور نا مذہبیت (سیکولرزم) کے راستہ پر ڈال دیتے ہیں، اور جلد سے جلد مذہب اور معاشرہ کی اصلاح، اسلامی قانون (پرسٹل لاء) کی تنسیخ و ترمیم اور ملک کو مغرب کے سانچہ میں ڈھالنے کا ''ضروری'' کام شروع کردیتے ہیں، اور اس میں اتنی عجلت و شدت سے کام لیتے ہیں کہ بعض اوقات وہ لوگ جنہوں نے بے دریغ قربانیاں دی تھیں، یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انہوں نے شاید غلطی کی اور ملک کی آزادی اسلامی زندگی اور مذہبی آزادی کے حق میں مفید ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوئی ۱۹۲۴ء کے ترکی سے لیکر ۱۹۶۲ء کے الجزائر تک یہ ایک مسلسل داستان ہے جس میں کوئی استثناء نظر نہیں آتا، اور عرب ممالک بھی پورے عزم وارادہ اور جوش وخروش کے ساتھ اسی ترکی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جس کے اقتدار کے خلاف انہوں نے کبھی بغاوت کی تھی، اور جس کی سیاست سے وہ اب بھی بڑے بیزار نظر آتے ہیں۔
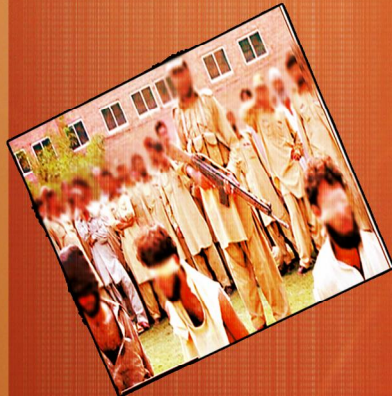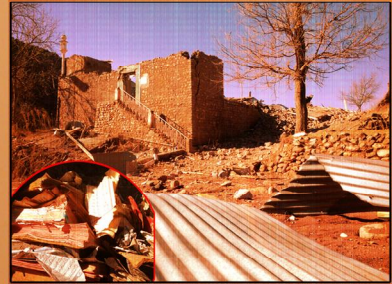
(ماخذ: مسلم ممالک میں مغربیت اور اسلامیت کی کشمکش، مصنف مولانا ابوالحسن علی الندویؒ)